الموسس حضرۃ الکاملین امام الواصلین امیرِ ملت حضرت مولانا
الحاج پیر سید جماعت علی شاہ صاحب علی پوری رحمۃ اللہ علیہ

1964 July

ماہنامہ

انوار الصوفیہ

قصور



مدیر اعلیٰ
غلام رسول گوہر

مقامِ اشاعت: کوٹ عثمان خان قصور ضلع لاہور

رحمتہ اللہ علیہ

انوار الصوفیہ رسالہ پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری نے انجمن خدام الصوفیہ کے زیر اہتمام ۱۹۰۴ کو شروع کروایا تھا



رسالہ انوار الصوفیہ کی ۴۲ جلدیں مہیا کرنے پر جناب محمد محمود صاحب کا مشکور ہو اور ان رسائل کا سکین کا تمام کام شیخ معزالدین فاونڈیشن کے بانی جناب پروفیسر محمد عاطف صاحب نے کروایا ہے، (بختیار حسین جماعتی) رسائل کی لسٹ درج ذیل ہے





1	1950 February	15	1965 March	29	1973 October
2	1950 March	16	1966 September	30	1973 November
3	1959 May June	17	1966 October	31	1974 February
4	1959 Sept October	18	1966 November	32	1974 April
5	1961 March	19	1967 October	33	1974 May June
6	1961 September	20	1968 October Nov	34	1974 July
7	1961 October Nov	21	1971 Agust	35	1974 May June
8	1962 April	22	1971 December 1972 Jan	36	1975 Agust
9	1962 January	23	1971 May	37	1975 July
10	1962 November	24	1971 July	38	1975 May
11	1962 December	25	1971 Semptember	39	1975 September
12	1963 March	26	1972 April	40	1976 Nov Dec
13	1964 May JUne	27	1973 January	41	1976 Sep Oct
14	1964 JUNE	28	1973 September	42	1977 March April



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بفیض روحانی اعلیٰحضرت عظیم البرکت سراج الملت والدین مولانا الحاج حافظ علامہ پیر سید محمد حسین شاہ صاحب قدس سرہٗ

بسرپرستی زبدۃ العارفین شمس الملت مولانا الحاج حافظ پیر سید نور حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ

بظلِ حمایت زبدۃ العارفین شمس الملت مولانا الحاج حافظ پیر سید حیدر حسین شاہ صاحب فیضہ العالی علیپوری

انجمن خدام الصوفیہ کا دینی و مذہبی، شریعت و طریقت کا علمبردار صوفیائے کرام

کی جان اور علمائے اُمت کا مرغوب رسالہ

ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور

بدل اشتراک:۔ سالانہ ۵ روپے —— فی کاپی:۔ ۵۰ پیسے

جلد ۵۶	صفر المظفر ۱۳۸۴ھ مطابق	جولائی ۱۹۶۴ء	شمارہ ۱۰

سرپرست حضرات سے ۳۰/- روپے —— معاونین کرام سے ۲۰/- روپے

نگران:۔ منبع رشد و ہدایت مولانا الحاج علامہ پیر سید اختر حسین شاہ صاحب

مدیر و معاون:۔ مولانا عبدالعزیز صاحب مرتضائی قصوری

مولانا غلام رسول گوہر پرنٹر و پبلشر نے لاہور آرٹ پریس انارکلی لاہور سے چھپوا کر دفتر انوار الصوفیہ قصور سے شائع کیا

فہرس

۱- نعت	صفحہ ۳	قمر یزدانی
۲- عشق خدا اور عشق رسول	۴	ایڈیٹر
۳- ارشادات خواجہ معین الدین چشتی	۷	مولانا اظہر صاحب
۴- خلافت عباسیہ اور امام احمد بن حنبل	۱۰	سلطان احمد فاروقی سیالوی
۵- حضرت ابوالخیر تذکرہ ہزاری	۱۲	صفدر بخاری شاہ کوٹ
۶- ایڈیٹر تعلیم القرآن کی ایک بھول	۱۵	ایڈیٹر
۷- حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب	۱۷	تابش شجاع آبادی
۸- عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم	۱۸	عثمان غنی
۹- شاہکار فطرت	۱۹	مظہر الدین
۱۰- حاضر و ناظر	۲۱	مولانا ابوالفضل بشیر محمد فاروقی
۱۱- بھوک	۲۶	امام قیشری رحمۃ اللہ علیہ
۱۲- فریاد درود بزبان اردو	۲۸	شاہ انصار الہ آبادی
۱۳- سہرا	۳۱	قمر یزدانی
۱۴- سہرا	۳۲	ا-ک-لیلی
۱۵- اطلاعات	۳۳ تا آخر	ایڈیٹر

محترم جناب عالی! .... السلام علیکم- اس پرچہ کے ساتھ آپ کی میعاد خریداری ختم ہوئی ہے- مہربانی کر کے آئندہ سال کے لئے مبلغ -/۵ روپے ارسال فرمائیں- ورنہ ایک پوسٹ کارڈ لکھ کر اطلاع دیں کہ ہمیں آئندہ خریداری منظور نہیں-

گوہر

نعت

قمر یزدانی پنوانہ ضلع سیالکوٹ

رسولِ پاک، محبوبِ گرامی
بتاؤں کیا تری عالی مقامی

کنیزیں گھر کی حورانِ بہشتی
ہے جبریلِ امیں تیرا پیامی

صفیں باندھے چلے آتے ہیں در پر
فرشتے عرش سے بہرِ سلامی

زمین و آسماں پیدا نہ ہوتے
نہ ہوتی گر تری ذاتِ گرامی

ہوئے وہ نازشِ شاہانِ عالم
ملی جن کو ترے در کی غلامی

تری عزّ و علا کے روبرو ہیں
نفس گم کردہ عارف اور عامی

صبا ہے ترجمانِ خاص تیری
نسیمِ صبحدم تیری پیامی

مہ و انجم تری راہوں پہ قرباں
شبِ اسریٰ یہ تیری خوش خرامی

نبیؐ و امّیؐ و یٰسین و طٰہٰ
ملے حق سے خطاباتِ گرامی

ہے شرح والضحیٰ روئے منوّر
تو ہے واللیل گیسوئے ختامی

ہے چاکر ظلمتِ کونین تیری
ترے در کے گدا شاہانِ نامی

شبِ معراج تھے راہوں پہ قدسی
پئے تعظیم صف بستہ تمامی

تری بوئے نفس سے ہے معطّر
فضائے گلشنِ عالم دوامی

نہاں ہے آیۂ ما ینطق میں
خدائے کُل سے تیری ہم کلامی

لیا بوسہ لبوں نے مل کے باہم
جب آیا لب پہ تیرا نامِ نامی

ترا دل مخزنِ جود و کرم ہے
رہے جاری ترا فیضِ گرامی

قمر مدت سے ہے ناشاد و مغموم
عطا ہو جائے اس کو شادکامی

غلام رسول گوہر
ایڈیٹر انوار الصوفیہ

عشقِ خدا اور عشقِ رسُول

حقیقت یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت جزوِ ایمان بلکہ اس کی اساس اور بنیاد ہے۔ کوئی مسلمان بحیثیت مسلمان ہونے کے اللہ اور اس کے رسول کی محبت کا کبھی انکار نہیں کرے گا۔ اس لئے کہ اقرارِ محبت کا دوسرا نام ایمان اور انکارِ محبت کا دوسرا نام کفر ہے۔ مومن اور کافر کے مابین محبت ہی حدِ فاصل ہے۔ جس کو اللہ اور اس کے رسول سے محبت ہے وہ مومن ہے۔ اور جو اس دولت سے تہی دامن ہے وہ کافر ہے۔ لیکن ہمارے اکثر بھائی شاید خدا اور اس کے رسول کی محبت کو آج تک سمجھے نہیں۔ اگر سمجھتے تو مسلمانوں میں جو افتراق و اختلاف ہے نہ ہوتا اور مسلمان کئی فرقوں اور گروہوں میں بٹ کر ایک دوسرے کی تخریب میں ساعی و مشغول نہ ہوتے۔ ہمارے عوام نے خدا و رسول کے کئی مسائل کو اپنے مسائل پر قیاس کر لیا ہے۔ حالانکہ سب کا عقیدہ ہے کہ نہ تو کوئی چیز خدا کی مثل ہے اور نہ ہی کوئی شخص بہمہ وجوہ فضائل و کمالاتِ نبوت و رسالت بلکہ عبدیت میں بھی خاتم الانبیا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی نظیر ہے۔ جب ہم اپنے ہم جنس سے محبت کرتے ہیں تو اس کی نوعیت اور اس کی صفت جو ہوتی ہے وہ نوعیت اور صفت خدا اور رسول کے ساتھ محبت ہونے کی نہیں ہوتی۔ اپنے جیسے کے ساتھ جب ہم کو محبت ہوتی ہے تو ہم کو اس چیز کا اپنی طبیعت سے علم ہوتا ہے جس سے اس کی رضا حاصل ہوتی ہے اور محبوب تک رسائی کرنے اور اس کا وصل حاصل کرنے میں ہماری طبیعت خود ہماری رہنما بن جاتی ہے۔ یہ وہ چیز نہیں ہے کہ جس کو سیکھنے کے لئے کسی ماہر استاد کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنا پڑے۔ مگر اللہ کی محبت یا اس کے رسول کی محبت وہ چیز ہے جس میں خود اللہ اور اس کے رسول کی رہنمائی کی ضرورت ہے۔ اس کی رہنمائی کے بغیر اللہ کی اور اس کے رسول کی محبت کی نہ حقیقت پہچانی جاتی ہے اور نہ ہی اس کے تقاضوں کو معلوم کیا جا سکتا ہے۔ اور نہ ہی ان وسائل و ذرائع کا علم ہو سکتا ہے جن سے محبوبِ حقیقی کی رضا اور قرب حاصل ہو۔

اس لئے اللہ نے اس راز سے ہم کو آگاہ کرنے کے لئے سلسلۂ نبوت و رسالت قائم کیا اور اپنی جانب سے نبی اور رسول بھیجے اور اپنی کتابیں نازل فرمائیں اور ہم کو اپنی محبت کا درس دیا۔ اللہ اور اس

کے رسول کے ساتھ جو محبت ہو گی وہ اسی طرح ہو گی جس طرح وہ چاہیں گے نہ اس طرح کہ جس طرح ہم چاہیں - محبوب کو راضی کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے تقاضوں کو اگرچہ کتنے ہی دشوار ہوں پورا کیا جائے - مثلاً اگر شوہر نے بیوی کے تقاضا کو جو اس کی طبیعت کے مطابق ہے پورا کیا تو اس نے بیوی کو راضی کیا - اگر بیوی نے شوہر کے طبعی تقاضوں کو پورا کیا تو اس نے شوہر کو راضی کیا - اسی طرح بندہ کے اوپر اللہ اور اس کے رسول کے تقاضے اور مطالبات بھی ہیں - لیکن وہ طبعی نہیں کیونکہ اس قسم کے تقاضوں سے وہ پاک ہیں - وہ ہم سے نہ تو عمدہ کھانے کی خواہش کرتے ہیں اور نہ عمدہ لباس کی اور نہ اس بات کی کہ ہم ان کی مشکلات میں مدد کریں - اور ان کے آرام اور عیش و عشرت کے سامان کو مہیا کریں - کیونکہ ان اشیاء کی ان کو حاجت نہیں ہے - ان سے ہم کسی اپنے جیسے انسان کی صحبت کو خرید سکتے ہیں مگر اللہ اور اس کے رسول کی محبت کی یہ چیزیں جو مادی اور جسمانی اور نفسانی نہایت ادنےٰ اور کمترین ہیں* - اللہ اور اس کے رسول کے تقاضے جدا جدا نہیں ہیں بلکہ ایک ہی ہیں - اسی واسطے رسول کی محبت اللہ کی محبت اور اللہ کی محبت رسول کی محبت ہے - اور یہی وجہ ہے کہ رسول کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت کہا گیا ہے اگر دونوں کے تقاضے جدا جدا ہوتے تو ہرگز ہرگز ایک کی اطاعت کو دوسری کی اطاعت اور ایک کی محبت کو دوسرے کی محبت نہ کہا جاتا - محبت کی منزلیں

*[illegible]

متفاوت ہیں - اس کی پہلی منزل ایمان ہے - اس کے بعد شریعت کی اتباع اور احکام خداوندی کی بجا آوری حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع اور آپ کی سنت کی تقلید و پابندی اور معاصی و منہیات سے اجتناب اور ذکر و فکر کی کثرت اور ریاضیات و مجاہدات و مراقبات اور صالحین کی معیت اور صحبت اور تلاوت قرآن اور صلوٰۃ و سلام کے تکرار اور تہجد اور شب بیداری اور دنیا سے بے رغبتی اور حسن اخلاق سے یہ عشق اپنی منزل کی انتہاؤں کی طرف پرواز کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اپنے منتہی تک پہنچ جاتا ہے - اور اللہ تعالیٰ کی ولایت خاصہ کا مقام حاصل ہو جاتا ہے -

عشق:- عاشق اور معشوق کے مابین ایک لطیف تعلق اور وابستگی اور لگاؤ کا نام ہے - اس میں معشوق اور عاشق کے مابین بعد جسمانی حائل نہیں ہو سکتا - بلکہ عشاق نے عشق کے چہرہ کے نکھار کے لئے بعد کو اور ظاہری فراق کو بڑی اہمیت دی ہے - جیسے کہ حضرت جلیل نے فرمایا ؂

یارب دعائے وصل نہ ہرگز قبول ہو
پھر کیا رہے گا دل میں جو حسرت نکل گئی

جسمانی طور پر اگر کسی کو محبوب کا قرب حاصل ہو بھی جائے تو باعث کمال نہیں - اس لئے کہ عشق کی راہ میں قرب و بعد کا فاصلہ ہے ہی نہیں - اگر قرب ہے تو پھر کیا اگر بعد ہے تو پھر کیا اصل مقصد تو اپنی خواہشات سے نکل کر محبوب کی مرضیات میں فنا ہو جاتا ہے - جب یہ سب ہے تو قرب و بعد کا کوئی اعتبار نہیں - اگر وہ بعید بھی

ہے تو قریب ہے۔ جسمانی بعد اور مسافت کی دوری محب کو دائرہ محبت سے خارج نہیں کرتی اور نہ ہی اس کی نوازشوں سے اس کو محروم کرتی ہے۔ اور اگر یہ نہیں تو محض قرب سے تو کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حقیقت کو کتنا خوبصورتی کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ ؎

فرق است میان آنکہ یارش دربر
با آنکہ دو چشم انتظارش بردر

یعنی ایک تو وہ عاشق ہے جس کا محبوب اس کی بغل میں ہے اور ایک وہ ہے جس کی آنکھیں انتظار محبوب میں دروازے پر لگی ہوئی ہیں۔ ان دونوں کے مابین بہت فرق ہے۔ اوّل الذکر کی حسرت، تمنا، شوق، تڑپ ختم ہو گئی ہے۔ اور جہاں یہ چیزیں پوری ہو گئیں وہاں عشق ختم ہو گیا۔ اس لئے کہ عشق محبوب کی طرف دائمی اشتیاق کا نام ہے۔ جو محبوب سے ہمکنار ہونے کے بعد ختم ہو جاتا ہے۔ اور موخر الذکر کا شوق دیر پا باقی ہے اور انتظار محبوب کی ریاضت اور زحمت میں اپنے جگر کا خون پی رہا ہے۔ اس لئے وہ پہلے سے افضل ہے۔ کہتے ہیں کسی نے مجنوں کو ازراہ ہمدردی کہا یہاں جنگل میں تو آہ و فغاں کرتا ہے تو لیلےٰ کے پاس اس کے شہر میں کیوں نہیں آتا اس نے جو جواب دیا آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ اس نے روتے ہوئے کہا ؎

نہ دوری دلیل صبوری بود
کہ بسیار دوری ضروری بود

یعنی محبوب سے دور ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اب محبوب سے صبر آ گیا ہے اور اس کی صحبت جاتی رہی ہے۔ بلکہ منازل عشق کو طے کرنے کے لئے بسا اوقات محبوب سے دور رہنا نہایت ضروری ہوتا ہے جو کمال محبوب کی خاطر محنت و مشقت کا بوجھ اٹھانے میں ملتا ہے وہ راحت اور آرام میں میسر نہیں ہوتا۔ اس ساری تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے عشق کا تحقق اور ثبوت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کامل اتباع میں ہے۔ اگرچہ ساری عمر میں اس کو بیت اللہ شریف کے طواف اور روضۂ مطہرہ کی زیارت کا ایک دفعہ بھی موقع نہ ملے۔ بہت سے اولیا کاملین ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ دیکھنے کا وقت نصیب نہیں ہوا۔ اور اگر ہوا ہے تو صرف ایک دفعہ دوسری دفعہ جانا ان کو نصیب نہیں ہوا۔ بیت اللہ شریف کا حج ان لوگوں پر فرض ہے جن کو وہاں تک پہنچنے کی مالی استطاعت حاصل ہو۔ اگر وہ اس فریضہ کو ادا نہیں کریں گے تو وہ قیامت کے دن ماخوذ اور قابل گرفت ہوں گے۔ اور جن پر فرض نہیں اس لئے کہ وہ غیر مستطیع ہیں ان کے وہاں تک نہ پہنچنے سے ان کی محبت اور عشق میں کوئی نقص نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کا نہ جانا اس لئے کہ ان پر فرض نہیں اپنے محبوب کے منشا کو پورا کرنے کے مترادف ہے۔ عاشق کا کام محبوب کی ہر ادا پر قربان ہونا ہے۔ اگر وہ کہے آ تو جانے میں توقف نہ کرے اور اگر کہے مت آ تو یہ بھی اس کا فرمان اس کی ادا ہے۔ جانے کا قصد نہ کرے۔ کئی لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عشق کو بہانہ بنا کر ہر سال

اپنے دین کے مفاد کو پورا کرنے کے لئے حج کرنے کے لئے چلے جاتے ہیں۔ چند روز ہوئے اخبار میں پڑھا تھا کہ اوکاڑہ کے دو تین حاجی تھے جو ہر سال با لالتزام حج کرنے کے لئے جاتے تھے اور ہمیشہ چند کنستر جو قلعی اور سکہ سے بند ہوتے اپنے ساتھ لے جاتے اور کہتے کہ ان میں گھی ہے۔ لیکن ان سب میں گھی کی بجائے چرس ہوتی تھی۔ اس سال جو وہ گئے تو کسٹم والوں کو کچھ شبہ ہوا انہوں نے ایک کنستر کھولا تو اس کے اندر سے چرس برآمد ہوئی پکڑے گئے اور سزا ملی۔ اب دیکھ لیجیے کہ یہ حضور کا عشق ہے یا اپنے نفس کا۔

مولانا محمد نذیر احمد اظہر فاضل ضلع منٹگمری
حال ملتان

ارشادات حضرت خواجہ معین الدین اجمیری علیہ الرحمۃ

حضرات گرامی! مولا کریم کی ذات بڑی قدرت رکھتی ہے اللہ جل شانہٗ کی قدرت کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ جو کچھ چاہے اپنی قدرت سے کر سکتا ہے۔ انسان جو ہے یہ مولا کریم کی ذات عظمیٰ کا مظہر ہے۔ اگر صحیح معنوں میں انسان ہو۔ اللہ کے جو خواص اور مقبول بندے ہوتے ہیں وہ اپنے مولا کی رضا پر چلتے ہیں اور قدرت کے حکم و قانون ان پر نافذ و جاری ہو جاتے ہیں سوائے اپنے مطلوب حقیقی کے کسی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ ان کا فعل خدا کی رضا پر ہوتا ہے۔ آپ کی خدمت مقدسہ میں چند ارشادات خواجہ غریب نواز حضرت معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے تحریر کئے جاتے ہیں۔ حضرت خواجہ معین الدین علیہ الرحمۃ اپنی کتاب انیس الارواح میں فرماتے ہیں کہ میں اپنے پیر و مرشد حضرت عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا کہ میرے پیر کامل نے فرمایا کہ جس روز حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے توبہ کی جتنے ان کے پاس غلام تھے سب کو آزاد کر دیا اور حج کعبہ شریف اور زیارت حضور اکرم علیہ السلام روانہ ہوئے اور پا پیادہ ہر قدم پر دوگانہ نفل ادا کرتے۔ حتیٰ کہ آپ چودہ برس کے بعد کعبہ شریف پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ کعبہ شریف اپنی جگہ پر نہیں تھا۔ آپ کو حیرت ہوئی اور تعجب کیا۔ ندا آئی اے ابراہیم صبر کر کعبہ ایک پارسا بندی کی زیارت کے لئے گیا ہوا ہے ابھی آجائے گا۔ خواجہ ابراہیم زیادہ متحیر ہوئے کہ نیک بندی کون ہے۔ چنانچہ ان کو

دیکھنے کے لئے روانہ ہوئے تاکہ میں اس خدا کی پاک بندی کی زیارت سے مشرف ہو جاؤں۔ آپ جنگل میں پہنچے تو آپ نے حضرت رابعہ بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیکھا کہ بیٹھی ہوئی ہیں اور کعبہ شریف گرد ان کے طواف کر رہا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ الرحمتہ کے دل میں غیرت آئی۔ آپ نے حضرت رابعہ کو کہا کہ تُو نے کیا شور برپا کر رکھا ہے۔ حضرت رابعہ بصری نے جواب دیا میں نے شور برپا نہیں کیا بلکہ شور برپا تو نے کیا ہے کہ چودہ سال گذر گئے۔ چودہ سال کے بعد مکہ معظمہ پہنچا اور دیدار نصیب نہ ہوا۔ رابعہ بصری فرماتی ہیں کہ تم کو دیدار نصیب نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ تیرے دل میں فقط کعبہ شریف کی زیارت کی خواہش تھی۔ مگر غرض وغایت مولا کریم یعنی خانہ کعبہ کے مالک سے تھی جو کام کرو محض خداوند کریم کی مقبولیت اور اس کی خواہش پر ہو پھر دیکھ کیا ہوتا ہے۔

حضرت خواجہ غریب نواز فرماتے ہیں کہ میرے پیر نے فرمایا کہ اے میرے خاص مرید اللہ کے پیارے اور درویش مرد وہ ہے جو خداوند تعالیٰ کے سوا کسی چیز کو مدنظر نہ رکھے اور دنیا و آخرت میں مبتلا نہ ہو۔ جو کچھ اس کے پاس ہے اس کی طرف نگاہ نہ کرے۔ ہر وقت اپنے محبوب کے تصور میں ہو۔ جب انسان اس مرتبہ کو پہنچتا ہے تو جو کچھ اس کے دوست کی ملکیت ہوتی ہے وہ اس کی ہو جاتی ہے۔ کعبہ اس کے گرد طواف کرتا ہے اور اس کا دامن نہیں چھوڑتا۔

پس اے درویش اس مقام پر غور کر کہ حبیب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم خداوند کریم کے بن گئے تو خداوند کریم حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا بن گیا اور دنیا میں کوئی چیز حائل نہ رہی تو آواز آئی کہو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ جب یہ معاملہ آسمان سے لے کر زمین تک اور دنیا و آخرت سب نے دیکھا تو فرشتے، جن و انسان وغیرہ سب نے اپنے آپ کو طفیلی خیال کر کے حبیب پاک علیہ السلام کا دامن پکڑ لیا۔ عرض کی اے اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن ہمیں نہ چھوڑ دینا اپنی شفاعت سے ہمیں محروم نہ رکھنا۔ فرمایا کہ تجھے یاد ہے کہ جب آدمی دوست کا بن جاتا ہے تو سب چیزیں اس کی بن جاتی ہیں۔ مرد کو چاہیئے کہ تمام موجودات سے فارغ ہو کر دوست حقیقی کی طرف مشغول ہو جائے تاکہ جو کچھ دوست کا ہو اس کی پیروی کرے۔

پھر فرمایا اے درویش ایک دفعہ میں سیوستان کی طرف سفر کر رہا تھا سیوستان میں ایک غار کے اندر ایک درویش کو دیکھا جسے شیخ سیوستانی کہتے تھے۔ لیکن وہ مرد خدا اس قدر ہیبت و بزرگی رکھتا تھا کہ میں نے آج تک کسی کو نہیں دیکھا۔ وہ عالم تحیر میں مشغول تھا جب میں اس کے پاس گیا تو آداب بجا لایا اور بطور ادب سر جھکایا۔ اس بزرگ نے فرمایا سر اٹھا میں نے اٹھایا تو فرمایا اے درویش آج تقریباً ۷۰ سال کا عرصہ گذر گیا ہے سوائے مولا کریم کے کسی شے میں مشغول نہیں ہوا۔ مگر تیرے ساتھ مشغول ہو کر جو گفتگو کر رہا ہوں یہ حکم الٰہی ہے۔ چونکہ ہم لوگ بغیر اپنے محبوب کے حکم کے کام نہیں کرتے۔ تو فرمایا کہ سن اگر تو محبت کا دعویٰ

کرتا ہے تو اپنے محبوب کے سوا کسی اور کی طرف متوجہ نہ ہوتا اور اپنے حقیقی معشوق کے سوا کسی سے میل جول نہ کرنا کہ تو جلایا نہ جائے۔ کیونکہ غیرت کی آگ عاشقوں کے ارد گرد رہتی ہے۔ لیکن تجھے یاد رہے کہ محبت کی راہ میں ایک درخت ہے اس کی دو شاخیں ہیں۔ ایک کو نرگس وصال کہتے ہیں اور دوسری کو نرگس فراق کہتے ہیں۔ جو شخص اپنے محبوب میں مشغول ہو جاتا ہے تو وہ محبوب کے وصال سے مشرف ہو جاتا ہے اور دیدار کی دولت نصیب ہوتی ہے۔ جو محبوب کے سوا اور کسی کی رغبت رکھتا ہے تو فراق میں مبتلا رہتا ہے محبت میں صادق ہونا چاہیے۔

مرد خدا کو چاہیے کہ ہر وقت مولا کریم کی عبادت میں مشغول رہے۔

معزز ین گرامی! انوار الصوفیہ کا مطالعہ کرنے والو نیک اللہ کے پیاروں کا کلام کیا کیا بیان کرے۔ بندہ علامہ غلام رسول صاحب گوہر پر بہت خوش ہے کہ انہوں نے ماہنامہ کا نام انوار الصوفیہ رکھا جو کہ اللہ کے برگزیدہ بندوں کی طرف منسوب ہے۔ اللہ کریم اس رسالہ کو اپنے حبیب پاک کے وسیلہ سے اور ولیوں کے صدقہ سے دن دگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے ان پاک ولیوں کے کلام کو تحریر کرنا ناچیز اظہر کی حد عقل سے باہر ہے۔ جن کی شان مولا کریم اپنے قرآن حکیم میں فرماتا ہے ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات ط بل احیاءٌ ولٰکن لا تشعرون ط جو خدا کے راستے میں قتل ہو گئے ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تم کو شعور نہیں ہے۔ شعر

موت سے یہ آشنا نہیں ہوتے
نظر سے چھپتے ہیں، مگر فنا نہیں ہوتے

حضرت خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس نے خداوند کریم کو پہچان لیا وہ کبھی سوال اور آرزو نہیں کرتا اور جس نے ابھی تک نہیں پہچانا وہ ان کی بات کو نہیں سمجھ سکتا۔ دوسرے یہ کہ حرص و ہوا کو ترک کرو جس نے حرص و ہوا کو ترک کر دیا اس نے مقصود کو حاصل کر لیا۔ چنانچہ ایسے شخص کے بارے میں اللہ کریم جل شانہٗ نے فرمایا کہ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوٰى جس شخص نے اپنے نفس کو خواہشات سے روکا اس کا ٹھکانا بہشت ہے۔ جس دل کو اللہ کریم نے اپنی طرف پھیر لیا اس نے کثرت شہوت کے کفن میں اسے لپیٹ کر زمین ندامت میں دفن کر دیا۔ سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ خداوند کریم کو خواب میں دیکھا تو اللہ کریم نے فرمایا اے بایزید کیا چاہتے ہو۔ میں نے عرض کیا اے میرے رب جو کچھ تو چاہتا ہے تیرا بندہ بایزید وہی چاہتا ہے تو حکم ہوا کہ جس طرح تو میرا ہے اسی طرح میں تیرا ہوں۔ شعر

ہر کہ گردن نہد رضا او را
مر مرا حق نگاہباں باشد

مولا کریم ہم سب کو نجات عطا فرمائے اور اپنے حبیب پاک کی زیارت نصیب فرمائے۔

یک زمانہ صحبت با اولیا
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

سلطان احمد فاروقی سیالوی

خلافتِ عباسیہ اور امام احمد بن حنبلؒ

اللہ کے بندے کسی اور کی رضاجوئی کا تصوّر بھی نہیں کرتے

بغدادِ معلّٰی میں خلافت عباسیہ کا دور دورہ تھا معتزلہ کا غلبہ تھا اور قرآن حکیم کو عقیدہ کے طور پر مخلوق تسلیم کرنے کا شاہی حکم تھا۔ جلیل القدر علماء و صلحاء جیل خانوں میں بھیج دیئے گئے یا یہ پاکیزہ نفوس اپنے متاع ایمان کی حفاظت کے پاکیزہ خیال سے روپوش ہو گئے تھے۔ انہی دنوں امام حنبلؒ بھی بغداد میں مقیم و مستقر تھے اور ان پر بھی مغروران تاج و تخت کی طرف سے جبر و تشدّد کیا جا رہا تھا کہ وہ بھی قرآن مجید کو مخلوق کہنے پر تیار ہوں۔ مگر امام احمدؒ نے ان کے ناقص اور باطل خیالات کی تردید کرتے ہوئے صاف صاف جواب دے دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ گرفتار کر لئے گئے اور مشکیں باندھ کر آپ کو خلیفہ کے دربار میں کشاں کشاں لے جایا گیا۔ تماشائیوں کے مجمع عظیم میں سے ایک قلندر ظاہر ہوا اور امام سے یوں گویا ہوا۔ "اے امام! سخت آزمائش کا وقت ہے مردانہ وار مصائب کو جھیلنا اور رضائے الٰہی پر راضی رہنا۔ میں چور تھا چوری کے الزام میں گرفتار ہوا۔ ایک ہزار تازیانے میرے جسم پر لگائے گئے مگر میں نے چوری کا اقرار نہیں کیا۔

آخر کار مجھے چھوڑ دیا گیا۔ میں نے مجرم ہونے کے باوجود ضبط و تحمل کو اپنے ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ آپ حق و صداقت پر ہیں۔ آپ کو اس وقت ثابت قدم رہنا چاہیے۔ امامؒ نے ضعف پیری و کبر سنی کے باوجود وہ تمام مصائب و مظالم برداشت کئے جو قید خانہ میں آپ پر انتہائی بے رحمی کے ساتھ کئے گئے تھے۔ حکومت کا مطالبہ تھا کہ حضرت امام احمد بن حنبل قرآن پاک کو حادث، مخلوق ہونا تسلیم کریں مگر حضرت امامؒ برابر حق و صداقت کا اظہار کئے جا رہے تھے چنانچہ ایک ہزار تازیانے کی آپ کو سزا دی گئی۔ دربار عام میں خلیفہ کے سامنے معتزلی جلاد نے امام کے جسم نحیف و ضعیف پر نہایت بے دردی و سفاکی کے ساتھ تازیانے مارنے شروع کئے۔ کمر بند بھی تازیانوں کی ضرب سے ٹوٹ گیا۔ حضرت امام کے دونوں ہاتھوں کو کمر سے کس کر پہلے ہی سے باندھ دیا گیا تھا حضرت کا زیر جامہ قریب تھا کہ کھل جاتا کہ یکایک غیب سے دو ہاتھ نمودار ہوئے اور انہوں نے کمر بند باندھ دیا خلیفہ نے جس وقت یہ کرامت دیکھی تو لرز گیا اور فوراً

آپ کی رہائی کا حکم دے دیا۔ ادھر جلاد کا ہاتھ رکا ادھر روح مقدس نے قفسِ عنصری سے پرواز کی۔ نزع کے وقت زبانِ مبارک پر ابھی نہیں۔ ابھی نہیں کا کلمہ سنا گیا۔ حضرت کے فرزند نے عرض کیا ابا جان اس وقت زبان مبارک سے آپ نے یہ دوبارہ جملہ کیوں نکالا۔ آپ نے فرمایا بیٹا بہت نازک وقت ہے۔ ایک انبوہ کثیر میری بالیں پر موجود ہے اس میں شیطان بھی ہے اور وہ کہہ رہا ہے کہ اس وقت تمہارا ایمان میرے قبضہ میں ہے۔ بولو ختم کردوں تو میں اس سے کہہ رہا ہوں ابھی نہیں۔ ابھی نہیں۔ اس گفتگو کے بعد حضرت امام قبلہ رو ہوئے اور کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے واصل بحق ہوئے۔ جنازہ میں مخلوق الٰہی کا بے انتہا اجتماع تھا اور ہزاروں طیور آسمان سے اتر کر اپنے پروں اور سر سے جنازہ مبارک کو مس کر رہے تھے۔ یہ کرامت دیکھ کر ہزاروں مسلمان عقائدِ باطلہ سے تائب اور ہزاروں غیر مسلم داخل اسلام ہوئے۔ ظالم طاقتوں نے سب کچھ کر لیا لیکن وہ بندے جنہیں اللہ اپنی محبوبیت کیلئے چن لیتا ہے وہ کسی اور کی رضا جوئی کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

امام مالکؒ کو جو علم فقہ کے آئمہ اربعہ میں مشہور ترین امام ہیں بھی خلیفہ نے طلب کیا اور ان سے خلق قرآن کے بارہ میں استفسار کیا۔ امام مالک نے بغیر تامل جواب دیا کہ قرآن مجید کلام الٰہی ہے غیر مخلوق ہے جلادو کو حکم دیا کہ امام مالک کی مشکیں باندھ دی جائیں چنانچہ ان کے دونوں ہاتھ کمر سے باندھ دیئے گئے۔ امام مالک نے ایک بار پھر فرمایا کہ چاہے قتل کردو لیکن میں قرآن کے مخلوق ہونے کا قائل نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ سزائیں ختم ہو گئیں لیکن حضرت امام مالکؒ کو کلمہ حق سے کوئی طاقت باز نہ رکھ سکی۔

رسالہ کے متعلق بعض ضروری ہدایات

۱۔ رسالہ کے متعلق جملہ خطوط اور مضامین برائے اشاعت ایڈیٹر انوار الصوفیہ کو ارسال کرنا لازم ہے۔

۲۔ خط و کتابت یا چندہ ارسال کرتے وقت خط یا منی آرڈر کے کوپن پر خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ خریداری نمبر وہ ہوتا ہے جو رسالہ کی چیٹ پر آپ کے نام اور پتہ کے اوپر درج ہوتا ہے۔

۳۔ جوابی امور کے لئے جوابی پوسٹ کارڈ یا لفافہ بھیجنا لازمی ہے۔

۴۔ اگر برائے اشاعت کوئی مضمون یا نظم بھیجیں تو اسکو ہر ماہ کی ۲۷ تاریخ تک دفتر میں ضرور بھیجدیں۔ ورنہ اس کی اشاعت کے لئے دوسرے ماہ کا انتظار کرنا پڑے گا۔

۵۔ عرس اور جلسوں کی روئیدادیں مختصر لکھیں۔

۶۔ سوالات کا جواب اگر بذریعہ رسالہ مطلوب ہو تو اس کی وضاحت کریں۔

۷۔ چندہ کی میعاد ختم ہو جانے کی صورت میں جب مطلع کیا جائے تو آخر ماہ تک آپ کا چندہ آئندہ کے لئے رسالہ جاری رکھنے کے لئے وصول ہونا ضروری ہے۔

صفدر بخاری شاہ کوٹ

حضرت ابوالخیر نولکھ ہزاری

پانی پت کی تاریخی لڑائی سے قبل مغلیہ سلطنت کے قیام کی پیشگوئی

تھی سرور آپ کے تایا زاد بھائی تھے۔ آپ کا شجرہ مبارک دسویں امام تقی سے جا ملتا ہے۔

حضرت شاہ مراد جو بعد میں ابوالخیر نولکھ ہزاری کے نام سے مشہور ہوئے پیدائشی ولی تھے۔ ہوش سنبھالتے ہی آپ گھر سے نکلے اور یمن کا سفر اختیار کیا۔ یمن پہنچ کر آپ شہر قرن میں قیام پذیر ہوئے جہاں آپ کی عادات و اطوار سے متاثر ہو کر بارہ افراد آپ کے مرید بن گئے۔ اس وقت خود آپ نے کسی کامل پیر کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی۔ ایک دن اچانک وضو کے بغیر آپ کا ہاتھ قرآن پاک سے چھو گیا۔ آپ کو اس بات کا نہایت رنج ہوا کہ بغیر وضو کے ہاتھ قرآن پاک سے لگا کیوں؟ چنانچہ آپ نے فیصلہ کر لیا کہ یہ ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ اسی پریشانی کے عالم میں آپ گھر سے شہر کی طرف روانہ ہو گئے تو ایک جگہ بازار میں شور و غل دیکھ کر ٹھہر گئے۔ پتہ چلا کہ آپ کے بارہ مریدوں میں سے ایک نے کسی دکان سے کوئی چیز چرا لی ہے اور لوگ اس کے پیچھے بھاگے ۔۔۔ مرید کے قریب آ جانے پر آپ نے اشارہ کیا تو چرائی ہوئی چیز آپ کے قریب گر پڑی اور مرید آپ کے پیچھے غائب ہو گیا۔ اتنے میں لوگ وہاں پہنچ گئے انہوں نے وہ چیز زمین سے اٹھا لی اور آپ کو چوری کے الزام میں قاضی شہر کے پاس لے گئے۔ جس نے فیصلہ کیا کہ آپ کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ چنانچہ آپ کا وہی ہاتھ جو بغیر وضو کے قرآن پاک سے مس ہو گیا تھا کاٹ دیا گیا۔ آپ خوشی خوشی گھر لوٹے کہ قرآن پاک کو بغیر وضو کے چھونے کا کفارہ ادا ہو گیا۔ گھر پہنچ کر آپ نے نماز ادا کی اور تلاوت کے لئے قرآن پاک اٹھانے کے لئے غیر ارادی طور پر کٹا ہوا ہاتھ آگے بڑھایا تو مرید یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ آپ کے دونوں ہاتھ صحیح و سلامت موجود تھے۔ آپ کی اس کرامت کی خبر سارے شہر قرن میں پھیل گئی۔ چنانچہ بے شمار لوگ آپ کے مرید بننے کے لئے پہنچ گئے یہاں آپ کو حکم ہوا کہ پہلے خود کسی کے ہاتھ پر بیعت کرو۔

حکم الٰہی کے مطابق آپ نے یمن سے واپسی

کا قصد کیا اور یہاں پہنچکر نیگوڑ شریف میں سید مٹھے شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت مٹھے شاہ کو حکم تھا کہ جب تک حضرت مراد شاہ حاضر ہو کر انکی بیعت نہیں کرتے تب تک کسی دوسرے شخص سے بیعت نہ لیں۔ چنانچہ روایت ہے کہ نیگوڑ شریف میں حضرت مٹھے شاہ کے مرید بننے والوں کی تعداد سوا لاکھ تک پہنچ چکی تھی۔ شاہ صاحب نے درویشوں کی تعداد کے مطابق گھوڑے پال رکھے تھے۔ سب درویش اپنا اپنا گھوڑا لے کر باہر نکل جاتے اور سارا دن انہیں چراتے پھرتے اور شام کو رات کے لئے چارہ لیکر واپس لوٹ آتے۔ جس صبح شاہ مراد حضرت مٹھے شاہ کے پاس پہنچے اس وقت وہ ایک درویش کے ہمراہ کہیں باہر جا رہے تھے۔ آپ تمام درویشوں کو کہہ گئے کہ مراد شاہ کو کسی قسم کا کوئی کام نہ دیا جائے لیکن ان کے چلے جانے کے بعد درویشوں نے آپ کو بھی ایک گھوڑا دے دیا اور ساتھ چل کر چارہ لانے کو کہا۔ آپ بھی ان کے ساتھ ہو لئے باہر جا کر باقی درویش تو چارہ کاٹنے میں معروف ہو گئے۔ لیکن آپ اپنا گھوڑا کھلا چھوڑ کر ایک درخت کے نیچے سو گئے۔ جب آنکھ کھلی تو گھوڑے کی تلاش میں نکلے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شیر گھوڑے کو کھا رہا ہے۔ اس وقت باقی درویش اپنے اپنے گھوڑوں پر چارہ لاد کر واپس جا رہے تھے۔ آپ نے اسی شیر کو پکڑ لیا اور اس پر چارہ لاد کر خود بھی سوار ہو گئے۔ واپس پہنچکر آپ نے باقی گھوڑوں کے ساتھ شیر کو بھی باندھ دیا۔ درویش یہ دیکھ کر سخت حیران ہوئے اور بھاگے بھاگے حضرت مٹھے شاہ کے پاس پہنچے اور انہیں شاہ مراد کی شیر پر سواری سے متعلق بتایا۔ آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا مراد شاہ کے لئے یہ معمولی بات ہے۔

اسی رات حضرت مٹھے شاہ نے آپ کو بلایا اور کہا کہ اب وقت آگیا ہے کہ تم بیعت کر کے دین کی خدمت میں مشغول ہو جاؤ۔ چنانچہ آپ نے نیگوڑ شریف میں حضرت مٹھے شاہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ آپ کے بعد اسی رات نصیر الدین بوزلا، شاہ حبیب بخاری اور شیخ موسیٰ قریشی بھی حضرت مٹھے شاہ کے مرید ہوئے۔ بیعت سے اگلے ہی روز آپ اور دوسرے تینوں مریدوں کے ساتھ چل دئیے۔ پسرور ضلع سیالکوٹ سے ڈیڑھ میل دور جہاں آجکل نالہ ڈیک پر ریلوے پل موجود ہے قیام پذیر ہوئے۔ ان دنوں وہاں سے دریائے راوی گذرتا تھا۔ یہاں حضرت مٹھے شاہ نے آپ کو قرآن کریم کی ایک آیت بتائی۔ اور کہا کہ اسے دریا میں کھڑے ہو کر نو لاکھ اور ایک ہزار مرتبہ پڑھو۔ بس یہی تمہاری تعلیم ہے۔ آپ مرشد کے حکم کی تعمیل کے لئے دریا کی طرف روانہ ہو گئے جس وقت آپ دریا کی طرف جا رہے تھے تو حضرت مٹھے شاہ نے روحانی طاقتیں آپ کے سینے میں منتقل کرنے کے لئے آپ پر نظریں جما دیں۔ اس عمل سے آپ پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی اور آپ اسی سرور و مستی کے عالم میں اپنے مرشد کی بتائی ہوئی آیت

بھول گئے۔ لیکن شرمندگی کی وجہ سے آپ کو دوبارہ جاکر آیت پوچھنے کی ہمت نہ ہوئی۔ اور پھر اس خیال سے کہ آیت ہے تو قرآن پاک میں دریا میں کھڑے ہو کر قرآن پاک پڑھنا شروع کر دیا۔ اور اس طرح روحانی طاقت سے چالیس دنوں میں نو لاکھ ایک ہزار مرتبہ قرآن مجید ختم کر کے اپنے مرشد کے حکم کو پورا کر دیا۔ اسی وجہ سے آپ نو لکھ ہزاری مشہور ہو گئے۔

مغلیہ خاندان کا پہلا تاجدار ہند ظہیر الدین بابر۔ پانی پت کی لڑائی سے پہلے جب تیر نند گڑھ کے قریب خیمہ زن ہوا تو آپ کی خدمت میں بھی حاضر ہوا۔ آپ نے اسے فتح کی خوش خبری سنائی۔ چنانچہ بابر نے ابراہیم لودھی کو شکست دے دی اور حکومت کا انتظام سنبھالنے کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر آنا چاہا تو اسے پتہ چلا کہ آپ معبودِ حقیقی کے پاس پہنچ چکے ہیں۔ اس پر بابر نے آپ کے مرقد پر مقبرہ تعمیر کرنے کا حکم دیا۔

ارتحال

بڑے رنج و غم کے ساتھ یہ خبر وحشت اثر سنی جائے گی کہ حضرت قبلہ عالم امیر ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منظور نظر اور صاحب اثر خلیفہ حضرت مولانا حکیم محمد خوب صاحب مئی ۱۹۶۴ء میں اپنے شہر احمد آباد (بھارت) میں وفات پا گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت مولانا جید عالم دین بہت بڑے داعی اور مبلغ اور پرانے یاران طریقت میں سے تھے۔ آپ نے اپنی عمر کے کئی سال حضرت امیر ملت محدث علی پوری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں رہ کر گذارے ہیں۔ جملہ قارئین رسالہ کی خدمت میں استدعا ہے کہ حضرت مولانا مرحوم کو فاتحہ خوانی کر کے ایصال ثواب کریں۔ ادارہ انوار الصوفیہ مولانا مرحوم کے لواحقین اور متوسلین کے ساتھ دلی رنج و غم کا اظہار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین۔

(۲) دوسری خبر وحشت اثر مولانا حامد حسن کے مکتوب سے یہ ملی ہے کہ حضرت مولانا حامد حسن صاحب قادری خلیفہ مجاز اعلیٰ حضرت امیر ملت محدث علی پوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ناظم آباد کراچی میں چند عرصہ صاحب فراش رہنے کے بعد عالم فانی سے رحلت فرما گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت مولانا مرحوم بھی پرانے یاروں میں سے ایک نشانی تھے۔ مرحوم صاحب علم، اہل قلم، بلند پایہ ادیب اور مصنف و شاعر تھے۔ تاریخ نکالنے میں آپ کو بڑا ملکہ تھا۔ آپ نے اپنی زندگی میں ہزاروں تاریخی اشعار فی البدیہہ اور بلا تکلف کہے ہیں۔ رسالہ انوار الصوفیہ کے علاوہ اور بھی متعدد ادبی رسائل و جرائد میں آپ کا کلام چھپتا رہا ہے۔ جملہ قارئین رسالہ حضرت مولانا کے لئے خلوص قلب کے ساتھ دعائے مغفرت کریں ادارہ انوار الصوفیہ مولانا کے لواحقین اور متوسلین کے ساتھ غم میں برابر کا شریک ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

"انوار الصوفیہ" آپ کا اپنا رسالہ ہے۔ اس لئے اس کی امداد نئے نئے خریدار بنا کر کریں تاکہ یہ آپ کی مسلسل خدمت کرتا رہے۔

ایڈیٹر "تعلیم القرآن" کی ایک بھول

ماہنامہ "تعلیم القرآن" کے ایڈیٹر سے ایک سخت بھول ہوگئی ہے اور وہ یہ کہ تعلیم القرآن ماہ جون شمارہ ع۶ کے صفحہ ع۲۶ پر "رضائے مصطفےٰ کی نا روا برہمی" کے عنوان کے نیچے رضائے مصطفےٰ کے مقالہ نگار کو تنقید کی چھری سے ذبح کرتے ہوئے اور اس کو یہ بتاتے ہوئے کہ جب تمہاری عبارت اور کلام سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نام سے یا محمد کہہ کر پکارنا از روئے شرع منع ہے تو پھر تم حوادث کونیہ سے امت کے لئے یا محمد کے جواز پر کیوں استدلال کر رہے ہو۔ ماہنامہ "انوار الصوفیہ" ماہ مارچ شمارہ ع۶ کا مضمون حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آپ کے نام کے ساتھ پکارنا منع ہے۔ بطور استشہاد کے اس طرح پیش کر رہے ہیں کہ ذیل میں ہم بریلوی مکتبۂ فکر کے ترجمان رسالہ "نوری کرن" کا ایک مضمون ماہنامہ انوار الصوفیہ بابت ماہ مارچ ۱۹۶۳ء سے نقل کر رہے ہیں۔ جس میں مضمون نگار نے ندائے یا محمد کے عدم جواز اور بکری کے بچہ سے جواز پر استدلال، ناقابل قبول ہونے پر تفصیل سے مدلل گفتگو کی ہے۔ ایڈیٹر "تعلیم القرآن" کو جاننا چاہیئے کہ:۔

ماہنامہ انوار الصوفیہ شمارہ مذکور میں مضمون کے اوپر دائیں جانب مدیر مسئول لکھا ہوا ہے۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ مضمون ماہنامہ "نوری کرن" بریلی سے ماخوذ نہیں بلکہ اس کا مصنف عاجز غلام رسول گوہر ایڈیٹر انوار الصوفیہ ہے۔ اس کی نسبت نوری کرن کی طرف کرنی ہرگز جائز نہیں۔ نوری کرن بریلی سے میں نے اپنے مضمون کی تائید میں صرف اتنی عبارت نقل کی ہے کہ حضرت مولانا حسن رحمۃ اللہ علیہ نے جو حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے برادر اصغر ہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی نعت گوئی میں یہ شرط رکھی ہے کہ آپ کے نام نامی اور اسم گرامی کے متعلق قرآن پاک نے جو آداب بتائے ہیں ان کا لحاظ رکھا جائے۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کو نام سے مخاطب نہیں کیا بلکہ اس کی جگہ اسمائے صفات سے یاد فرمایا ہے۔ لہٰذا نعت میں بھی جہاں تک ممکن ہو اس کا لحاظ رکھا جائے تاکہ نام والا کے بجائے اسمائے صفات آئیں۔ عرفی نے اسی اصول کے تحت غالباً یہ کہا ہے ؎

ہزار بار بشویم دہن ز مشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی ست

یہ خط کشیدہ عبارت نوری کرن سے اپنے مضمون کی تائید کے لئے تفسیری دلائل کے بعد نقل کر دی تھی۔ اس کے بعد تائیداً ماہنامہ سالک راولپنڈی سے اور اپنے محترم استاد سراج الملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب "افضل الرسل" سے بھی تائیداً عبارات پیش کی ہیں۔ لیکن معاصر ایڈیٹر تعلیم القرآن راولپنڈی نے اس مضمون کو نوری کرن کی طرف منسوب کر کے ایک بہت بڑی غلطی کا ثبوت دیا ہے۔ حالانکہ مضمون کے ماقبل اور مابعد کے دیکھنے سے ایک معمولی تعلیم کا مالک بھی یہ جان لے گا کہ یہ مضمون نوری کرن سے ماخوذ نہیں بلکہ انوار الصوفیہ کے مدیر مسئول کا ہے۔ ماہنامہ انوار الصوفیہ کے صفحہ ۲۳ کی آخری سطریں جو لکھا ہے رسالہ نوری کرن ماہ اکتوبر ۱۹۶۲ اس کا تعلق اس کے ماقبل کے ساتھ نہیں بلکہ اس کا تعلق اس کے مابعد صد ۲۴ کے مضمون کے ساتھ ہے۔ کیونکہ صد ۲۴ سے مضمون اس طرح شروع ہوتا ہے "جو صوفی عزیز احمد صاحب بریلوی رضوی کی ادارت میں بریلوی شریف سے نکلتا ہے"۔ اس مضمون کے سر پر لفظ جو بتا رہا ہے کہ اس کا تعلق ماقبل کے ساتھ نہیں ہے۔ تعلیم القرآن کے مدیر نے صفحہ ۲۴ کی عبارت کو اصل مضمون سے منقطع کر دیا ہے۔ حالانکہ اس کو چاہیے تھا کہ یہ سارا مضمون نقل کرتا اگر یہ غلطی ان سے سہواً سرزد ہوئی ہے تو اس کو چاہیے کہ اس کا ازالہ کرے۔ اگر دانستہ کی ہے تو ایڈیٹر تعلیم القرآن کا یہ عمل افترا و خیانت پر محمول ہوگا جس سے شرعاً اسکو توبہ و استغفار کرنی لازم ہے۔

فن مناظرہ میں نقل اور حوالجات کی معمولی ہیر پھیر بھی خصم کے نزدیک ناقابل قبول ہوتی ہے۔ مجھے امید ہے کہ ایڈیٹر صاحب آئندہ اشاعت میں مضمون کے انتساب میں جو ان سے دانستہ یا نادانستہ طور پر لغزش ہو گئی ہے اس کا ازالہ کر دیں گے۔ ورنہ اصل مسئلہ میں ہمارا ان سے کوئی اختلاف نہیں ہے وہ اپنی جگہ وہی ہے جس کو ہم نے اپنے مضمون میں تفاسیری دلائل اور جید علماء کے اقوال کے ساتھ مبرہن کر دیا ہے۔

غلام رسول گوہر ایڈیٹر انوار الصوفیہ قصور

اطلاع

انوار الصوفیہ کے گذشتہ شمارہ میں جن احباب کو ان کے چندہ کی میعاد ختم ہو جانے کی اطلاع دی تھی ان میں سے جن دوستوں نے سال رواں کا چندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال کر کے رسالہ کی خریداری کو قائم رکھا ہے ادارہ ان کا خلوص قلب سے شکریہ ادا کرتا ہے۔ اور جن دوستوں نے نفیاً و اثباتاً کوئی جواب نہیں دیا یا جنہوں نے آئندہ خریداری جاری رکھنے سے بذریعہ پوسٹ کارڈ معذرت کی ہے آئندہ ان کے نام رسالہ جاری نہیں کیا جائیگا۔

بھارت کے خریدار

بھارت میں جن احباب کے نام رسالہ جاری ہے جب ان کا نیا سال خریداری شروع ہو اور ادارہ کی جانب سے ان کو مطلع کیا جائے تو مہربانی کر کے وہ اپنا چندہ مراد آباد محلہ تمباکو والا میں حضرت مولانا محمد طاہر صاحب کے نام بھیجکر ہم کو اطلاع دیں۔ تاکہ ہم رجسٹر میں ان کے نام کے ساتھ چندہ جمع کر لیں۔

جناب تابش صاحب
شجاع آبادی

حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آیا ہوں حسرتوں کا تقاضا لئے ہوئے
ناکام آرزوؤں کی دنیا لئے ہوئے

اک آپ کی نظر ہے سکوں بخشِ کائنات
ہے کشتیٔ حیات سہارا لئے ہوئے

حسرت ہے، آرزو ہے، تمنّا ہے، شوق ہے
در پر کھڑا ہوں آپ کے کیا کیا لئے ہوئے

میں کیوں رہوں نہ ساری خدائی سے بے نیاز
ہوں آپ کے کرم کا سہارا لئے ہوئے

لُٹتی ہے آستاں پہ متاعِ سکونِ دل
لوٹوں گا میں یہ نعمتِ عظمےٰ لئے ہوئے

میری نظر بھی دید کی رکھتی ہے آرزو
میں سر بہ خم ہوں ذوقِ تمنّا لئے ہوئے

دارِ فنا سے جاؤں گا دارِ بقا کو میں
دل میں خیالِ حضرتِ والا لئے ہوئے

میری نظر کو ساقیٔ ہوش کی ہے تلاش
آجائیں اب وہ ساغر و مینا لئے ہوئے

ایمان اور عمل سے کچھ کیجے بہرہ مند
جاؤں گا میں یہ دولتِ عقبےٰ لئے ہوئے

اب تو درِ حضور سے اُٹھوں گا کامیاب
نکلوں گا میکدے سے میں دریا لئے ہوئے

اے چارہ سازِ دردِ محبت نگاہِ لُطف
تابشؔ ہے التجائے مداوا لئے ہوئے

عثمان غنی

دین فطرت

عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت اور زندگی کے ہر قدم پر ایک ایک معاملے میں آپ کی پیروی کا مخلصانہ جذبہ اور عملی سعی و جہد، ایمان کے بنیادی تقاضوں میں شامل ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اسے اپنے والدین، اولاد اور تمام بنی نوع انسان سے زیادہ مجھ سے محبت نہ ہو۔

حضرت عمرؓ نے یہ فرمان مقدس نہ سنا تو انہوں نے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم! خدا کی قسم مجھے اپنے والدین، اولاد اور دنیا کے تمام انسانوں سے آپ زیادہ محبوب ہیں لیکن اپنی ذات سے زیادہ نہیں۔

حضرت عمرؓ کے یہ الفاظ سن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نہیں، عمرؓ اس وقت تک بات نہیں بنتی جب تک میں تجھے تیری اپنی ذات سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

حضورؐ کا منشاء تھا کہ عمرؓ! اس وقت تک ایمان مکمل نہیں ہوتا جب تک میں تجھے تیری ذات سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلنا تھے کہ پروانہ شمع نبوت نے بے ساختہ کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بخدا اب آپ مجھے میری ذات سے بھی زیادہ محبوب ہیں"۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر رسالت ثبت کرتے ہوئے حضرت عمرؓ کو سرٹیفکیٹ دیا۔ عمرؓ اب بات بن گئی۔

اور اب یہ بات بن گئی تو ایسی بنی کہ واقعی دنیا کی کوئی چیز عمرؓ کی نظر میں حبیب خدا سے زیادہ محبوب نہ رہی۔ اگر کبھی بلا ارادہ بھی ان سے کوئی ایسی بات سرزد ہو جاتی جس سے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی دل آزاری کا شبہ ہوتا تو وہ مسلسل روتے اور پیہم اس پر پشیمانی کا اظہار کرتے۔

سورۂ حجرات کی جب یہ آیات نازل ہوئیں کہ مومنین نبی کریم کی آواز سے اونچی آواز نہ کریں مبادا ان کے اعمال ضائع ہو جائیں۔ تو حضرت عمرؓ بیحد روئے۔ انہوں نے توبہ کی، پشیمانی کا اظہار کیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں حاضر ہونا چھوڑ دیا۔ کچھ دن جب مجلس نبوی میں وہ شریک نہ ہوئے تو حضور نے معلوم کرایا کہ بات

کیا ہے۔

پوچھنے والے سے حضرت عمرؓ نے کہا بات دراصل یہ ہے کہ میری آواز فطری طور پر بلند ہے۔ اب حضورؐ کی محفل میں آواز اونچی ہو تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ اس لئے میں ماضی پر پچھتا رہا ہوں اور خدا تعالیٰ سے معافی مانگ رہا ہوں اور آئندہ کے لئے میں نے سوچا ہے کہ جب تک کوئی ناگزیر ضرورت نہ ہو۔ رسول اکرم کی محفل میں حاضر نہ ہوا کروں مبادا کہ میری آواز اونچی ہو جائے اور میرے اعمال اکارت جائیں۔

نبی اکرم نے حضرت عمرؓ کو اطمینان دلایا کہ یہ وعید ان لوگوں کے لئے ہے جو رسولؐ اکرم کا احترام مدنظر رکھے بغیر عامیانہ طریقے سے گفتگو کرتے ہیں۔

صحابہ کرام کا نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ تعلق تھا کہ آپ کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ آپ کے ہر حکم کے سامنے انکسار تسلیم خم ہوتا تھا اور وہ اس تصوّر ہی سے کانپ جاتے تھے کہ ان کی کسی بات سے حضورؐ کو ذراسی بھی تکلیف پہنچے۔

مظہرالدین

شاہکارِ فطرت

نعمت کی صلاحیت کے بغیر کوئی منعم نعمت عطا نہیں کرتا۔ اندھے کو اپنی تخلیق کون دکھاتا ہے؟ بہرے کو اچھا کلام سنانے کی اُمنگ کس کے دل میں پیدا ہوتی ہے سامنے صاحب ذوق اور صاحب نظر موجود ہو تو ہر فن کار اپنی فنی لطافتوں کو پیش کرنے کے لئے مجبور ہو جاتا ہے مغنّی کو اگر یہ معلوم ہو جائے کہ سامع میں ذوقِ سماع موجود ہے۔ وہ آواز کے زیر و بم اور موسیقی کی تمام لطافتوں کو سمجھنے کی صلاحیت سے محروم نہیں تو وہ اپنے فن کو پیش کرنے کے لئے مضطرب ہو جائے گا۔ اور فن پیش کرتے وقت اس پر جو لذات و کیفیات وارد ہوں گی ان کا اندازہ لگانا مشکل ہوگا۔

فن کار کی نظر معاوضے پر نہیں ہوتی وہ داد چاہتا ہے۔ داد سے خوش ہوتا ہے اور داد ہی سے اس کے ذوق کی سیرابی ہو سکتی ہے۔ معاوضہ دے دیا جائے اور داد نہ دی جائے تو اس کا ذوق آسودہ نہیں ہوتا۔ اس کی روح کو طمانیت حاصل نہیں ہوتی اور وہ یہی سمجھنے لگتا ہے کہ فن رائیگاں گیا۔ محنت کا کوئی صلہ نہیں ملا اور اگر کھل کر داد دے دی جائے تو معاوضے کے بغیر بھی وہ اپنے دل میں ایک لذت، رُوح میں مستی اور رگ و ریشے میں سرشاری محسوس کرنے لگتا ہے۔

فن کی داد ہی سے فن کار کے اعتماد کو جیتا جا سکتا ہے۔ داد نہ دی جائے تو فن کار بھی قابل اعتنا نہیں سمجھتا اور داد دے دی تو گھر آ کر فن پیش کرتا ہے۔ اپنا وقت ضائع کر کے بھی فنی لطافتوں سے روشناس کرانے کی کوشش کرتا ہے۔ تنقید کرنے اور فن کار کے فن کو قابل ستائش نہ سمجھنے والوں میں اور فن کار میں ایک ایسی خلیج واقع ہو جاتی ہے جسے کسی طرح پاٹا نہیں جا سکتا۔ دونوں میں کبھی اُنس و محبت کا رشتہ استوار نہیں ہو سکتا۔ ایک کو دوسرے سے کوئی مناسبت پیدا نہیں ہو سکتی۔

تخلیق جتنی اونچی ہو گی اسی قدر داد کی متقاضی ہو گی معمولی داد سے معمولی فن کار کو خوش کیا جا سکتا ہے لیکن معمولی داد عظیم فن کار کے غیظ و غضب کو بھڑکانے کا موجب ثابت ہوتی ہے۔ وہ معمولی اور رسمی داد کو اپنی پیش کش کی توہین کے مترادف سمجھ کر غیظ و غضب میں بھر جاتا ہے۔

صحابہؓ بدر و حنین کے معرکوں میں اپنے سر ہتھیلیوں پر لئے پھرتے تھے اور شمع رسالت پر پروانہ وار نثار ہونے کے لئے ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے تھے تو یہ دست قدرت کے اس عظیم شاہکار کی داد ہی تو تھی جسے اپنا حبیب بنا کر ان کی طرف بھیجا گیا تھا صحابہؓ مقام رسولؐ کی عظمتوں کو سمجھنے کی صلاحیتوں سے محروم ہوتے تو ان میں حضورؐ کو کبھی نہ بھیجا جاتا۔ کون سا فن کار ہے جو اپنے فن کی توہین برداشت کر سکتا ہے؟ کس فن کار نے اناڑیوں کے سامنے اپنا فن پیش کیا ہے؟ اور کس نے اندھے کو چراغ دکھانے کی کوشش کی ہے؟

ہمارا علم تو ناقص ہے۔ ہم بعض اوقات ایک بدذوق انسان کو خوش ذوق سمجھ کر اپنا فن پیش کر دیتے ہیں۔ لیکن خدائے علیم و خبیر سے ایسی توقع نہیں کی جا سکتی۔ وہ انسان کے ظاہر و باطن سے واقف ہے۔ وہ خوب جانتا تھا کہ جو ذاتؐ اسے دنیا و مافیہا سے زیادہ عزیز ہے۔ جس کے صدقے میں اس نے کونین کو تخلیق کیا ہے۔ جس کے نور سے آفتاب و ماہتاب مستنیر ہیں اور جس کے قدموں کی دھول قدسیوں کے رخسار کا غازہ ہے۔ اس کے ظہور کے لئے کون سا وقت مناسب اور موزوں ہو سکتا ہے اور اس کے جمال کی لطافتوں سے کون لوگ صحیح معنوں میں استفادے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

منٹگمری میں مورخہ ۱۰ اپریل بروز جمعہ بعد از نماز عشاء حضرت قبلۂ عالم امیر ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیر حافظ محمد شفیع صاحب جماعتی امرتسری کی صدارت میں سالانہ عرس شریف ہوا۔ حاضرین کی تعداد کافی تھی۔ نعت خوانی اور وعظ کے بعد حاضرین و شائقین کو مٹھائی تقسیم کی گئی۔ آخر میں حضرت امیر ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح پاک کو قرآن شریف کے گیارہ ختم اور پندرہ پارہ کا ثواب ہدیۃً پہنچایا گیا اور شجرہ شریف نقشبندیہ جماعتیہ پڑھ کر تمام حاضرین کے لئے دعائے خیر کی گئی۔ ایم اسلم ٹیلرز لیاقت چوک منٹگمری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ المصطفیٰ المجتبیٰ المرتضیٰ الرؤف الرحیم الکریم وبہ نستعین

بحضور محترم مقام ایڈیٹر صاحب دام ظلکم۔ السلام علیکم۔ آپ کی خدمت عالی میں مضمون ہٰذا کی قسط اوّل بغرض اشاعت پیش خدمت کرتا ہوں اور مستدعی ہوں کہ آپ قریبی اشاعت میں شائع فرما کر بندہ کو رہین منت کر کے عند اللہ ماجور ہوں۔ آئے دن ہمارے دوست اولیاء اللہ کی کرامات پر جرح وقدح میں انکاری تو تھے ہی مگر اب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزوں کا بھی انکار کر کے عوام کو گمراہ کرنے میں مصروف ہو چکے ہیں۔ چونکہ آپ کا جریدہ مجلہ دربار آستانہ اقدس سلطان العارفین کے اوصاف کا حامل اور اولیاء کرام کی کرامات کا علمبردار ہے اس واسطے پیش خدمت ہے۔ (ابو الفضل بشیر محمد فاروقی چشتی)

حاضر و ناظر

تمہید:۔ حاضر و ناظر کے متعلق اہل سنت والجماعت کا معیاری مقصد اور امتیازی موقف و مسلک وہی ہے جس کو قرآن حکیم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوصاف حمیدہ وصفات ستودہ میں بدیں مضمون بیان ارشاد فرمایا ہے۔ جن کا ایمان و اعتقاد مصمم ارادہ اور صحیح عقیدت مندی پر مبنی و موقوف ہے۔ وہ اس موقف اور مسلک میں اہل سنت والجماعت کے ہم آہنگ اور متحد الخیال ہوتے ہیں ذرہ برابر بھی گریز نہیں کر سکیں گے۔ لیکن جن کا زاویہ نگاہ قرآن کریم کے بنیادی عقیدہ اور اصولی طور پر متفق النظریہ نہیں ہے ان کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس میں اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد ضرار علیحدہ تعمیر کر کے گوشہ نشینی اختیار کرنے پر مانع دقانع ہی رہیں۔ مگر چونکہ ہم نے اپنے موقف اور مسلک کو اہل اسلام کے حضور عالی میں پیش کرنا ہے اس واسطے بہانگ دہل ہم اپنے عقیدہ کو منظر عالم پر لاتے ہوئے اپنا مطمح نظر مندرجہ ذیل پیش کرتے ہیں۔

حاضر و ناظر کے لغوی معنی:۔ حاضر کے معنی باعتبار لغت مندرجہ ذیل ہیں۔ حاضر بمعنی سامنے موجود ہونا یعنی در پردہ اور پس پشت نہ ہونا۔ چنانچہ المصباح المنیر میں لغوی معنی یوں منقول ہوئے ہیں:۔

حضرت مجلس القاضی وحضر الغائب حضوراً قدم من غیبتہ اور منتہی الادب میں حاضر کے معنی یہ بیان ہوا ہے حاضر شوندہ۔ ناظر کے معنی چند ایک منقول ہوئے ہیں۔ دیکھنے والا۔ تل چشم نظر ناک کی رگ اور آنکھ کا پانی چنانچہ مصباح المنیر میں ناظر کے معنی مندرجہ ذیل کئے گئے ہیں:۔

والناظر السواد الاصغر من العین الذی یبصر بہ الانسان شخصہ اور قاموس اللغات میں ہے والناظر السواد فی العین او البصر بنفسہ وعرق فی الانف

وفیہ ماء البصر (فی المختار الصحاح علی ابن ابی بکر
الرازی قال - الناظر فی المقلۃ السوداء الاصغر الذی
فیہ انسان العین - مثلاً جہاں تک ہماری نگاہ اور بصارت
عینی مساعدت ہماری مدد کرتی ہے۔ وہاں تک تو ہم بھی
ناظر کہلانے کے مستحق ہو سکتے ہیں اور جس مقام تک ہماری
دسترس اور قوت کام کرتی ہے وہاں تک ہم بھی اپنے
آپ کو شریک کار اور حصہ دار مجالس و محفل ہونے میں حق
بجانب ہو سکتے ہیں - اگرچہ بالفعل دور دراز محفل ہی کیوں نہ
ہو لیکن جبکہ ہم منصرف مجلس ہیں - جب کہ ہماری نظر آسمان کی
رؤیت کو اپنے دامن اور محاصرہ میں لے لیتی ہے وہاں تک
ہم ناظر یعنی دیکھنے والے ہیں - مگر چونکہ آسمانی سقف ہم
سے بعید اور دور واقعہ ہے اس واسطے ہم آسمانی دنیا
میں حاضر نہیں - البتہ جس کمرہ اور حجرہ میں ہم موجود ہیں وہاں
حاضر ہیں - کیونکہ کمرہ اور مکان کی چار دیواری اور علیٰ ہذا القیاس
جس رقبہ میں ہم موجود ہوں گے وہاں ہمارا حاضر ہونا یقینی ہے۔

یہ وہ معنی ہیں جو عرف عام میں حاضر و ناظر کے لئے مخصوص
اور متعین اصطلاحاً و لغوی اعتبار سے منقول ہیں - شرعی
نقطہ خیال میں معنی کی ہیئت ترکیبی و کذائیہ دگرگوں متصور
ہوتی ہے اور جہاں عقل و فکر اور تجربہ و مشاہدہ ناکام اور
دنگ و متحیر رہ جاتا ہے - کیونکہ نفوس قدسیہ کی بصارت اور
حاضری کا رنگ کچھ اور ہوتا ہے - نفوس قدسیہ کی قوتوں
کا تعین اور ان کی آخری رؤیت اور حضوری کی مقدار کا
اندازہ عقل و فکر سے بالاتر ہے - عقل و فکر اور مشاہدہ کے
طائر اس مقام تک پرواز کرے اور ان کی منتہا کا کھوج
لگانے میں ہرگز ہرگز کامران نہیں ہو سکتے کیونکہ نفوس قدسیہ

اگرچہ مجلس اور مکین مکان فی الظاہر ہوتے ہیں مگر بایں ہمہ
ان کی بصارت بعید از بعید اشیاء کی رؤیت میں مصروف
ہوتی ہے اور متعدد مقامات پر جلوہ افروز اور صدر نشین
مجلس بھی ہوتے ہیں - یہی وجہ ہے کہ اولیاء اللہ بھی بارہا
اپنی تشریف فرمائی متعدد مقامات پر دکھا چکے ہیں - چنانچہ
یہ ممکن ہے کہ قوت قدسیہ کے اہل اپنے اندر یہ قوت رکھتے
ہیں کہ تمام کائنات کو مثل کف دست آن واحد میں یکساں
دیکھتا ہو اور دور و بعید کی وہ آوازیں کہ جو جہات ستہ
سمت اربعہ سے اٹھتی ہوں وہ یکساں حالت میں مسموع
فرماتا ہو - اور آن واحد میں تمام کائنات کی سیر و تفریح بھی
کرتا ہو اور ہزارہا حاجتمندوں کی مدد بھی کرے - اس
برقی رفتار میں اس کو اختیار ہوتا ہے کہ روحانی پرواز
ہو یا مثالی جسم کے ساتھ ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہی جسم
جو لحد میں مدفون ہے - اس سے سیاحت کرے -

یہ اختصار و تمہید جو پیش خدمت کیا گیا ہے ان
تمام کا مبرہن ثبوت قرآن کریم اور احادیث پاک اور اقوال
بزرگان دین سے حاصل و منقول شدہ پایا جاتا ہے یہ
محض خوش اعتقادی نہیں بلکہ حقیقت ہے - قرآن کریم اس
نظریہ اور موقف میں مندرجہ ذیل بثبوت منصوص مبرہن
اور محقق بدیں مضمون حاضر و ناظر کے ثبوت میں بیان فرماتا
ہے (یا ایہا النبی انا ارسلناک شاہداً و مبشراً
و نذیراً و داعیاً الی اللہ باذنہ و سراجاً منیراً -
یعنی علم غیب کے جاننے والے نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو
مبعوث فرمایا حاضر و ناظر کے اوصاف میں موصوف اور
خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا اور اللہ تبارک و تعالیٰ

کی طرف بلانے والا اور روشن و درخشندہ آفتاب جہتاب ضو افگن اور ضیا پاش بنا کر حضرات فی الحقیقت شاہد بھی گواہ کے ہوتے ہیں اور حاضر و ناظر مستلزم گواہ ہی ہوتے ہیں۔ کیونکہ شاہد اس وقت شاہد اور گواہ ہو سکتا ہے جب وہ بذات خود واقعہ اور مقام و مکان وقوعہ پہ حاضر ہو اور بچشم خود ان حالات کو مشاہدہ بھی کر رہا ہو کہ جو کچھ وہاں وقوع پذیر ہو رہا ہے۔ ورنہ چشم دید گواہ ہی نہیں ہو سکتا اور اس کی شہادت و گواہی اس وقت تک مصدق الحقیقت اور معتبر بھی نہیں ہو سکتی کہ جب تک وہ موقعہ پہ موجود اور چشم دید حالات بیان ہی نہیں کرتا۔ غرضیکہ عرف عام میں گواہ اور شاہد تبھی ہوتا ہے جو جگہ وقوعہ پہ موجود بھی ہو اور تمام حالات اور واقعات کا بچشم خود مطالعہ و مشاہدہ بھی کر رہا ہو۔ پھر اس کی گواہی مقبول اور قابل اعتماد ہوتی ہے۔ بنا علیہ جبکہ خود پروردگار کائنات عالم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو موصوف بشاہد فرما رہے ہوں تو فمن اصدق من اللہ حدیثا پر غور و خوض فرما کر جواب دو کہ جبکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر و ناظر نہیں تو گواہ کیونکر۔ اگر شاہد ہیں اور یقیناً ہیں کیونکہ خود خدائے قدوس آپ کو شاہد فرما رہے ہیں تو یہ بالازمہ ہر حال میں ثابت اور ہر اعتبار سے مصدق کہ آپ حاضر بھی ہیں اور ناظر بھی فلہذا اب وہ معنی کہ جو حاضر و ناظر بیان ہوئے ہیں وہ یقیناً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات مقدسہ پر صادق آتے ہیں کہ جن معانی کے مصداق حاضر و ناظر ہیں۔ بنا علیہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حاضر و ناظر ہونا بلا ریب و بلا شبہ صادق علی انف منکر و متعانی فتفکر فیہ۔

من قبیل الانکار۔ جناب سرور کونین علیہ افضل التحیۃ و التسلیمات و فخر الاولین و رئیس الآخرین مصباح الظلم اور مقتدر اعظم فی جماعت انبیاء علیہم السلام اور قاب قوسین کے مقام کے صدر نشین اور جس قدر اوصاف تمام انبیاء علیہم السلام میں فرداً فرداً پائے جاتے ہیں ان تمام کے آپ مجموعہ اور اصل الاصول ہی ہیں۔ ان کی شان اقدس میں تمام اعلیٰ سے اعلیٰ اوصاف بدرجہ اتم موجود مگر جب کہ آپ کے حاشیہ نشینوں میں بھی اس قسم کے اوصاف جلوہ نما اور زندہ مثالیں موجود ہوں تو پھر آپ کی ذات مقدسہ میں وسعت شک اور گنجائش ریب کیونکر منکرین اور معاندین کو زیبا ہو سکتی ہے۔ مقام غور اور باعث ندامت۔ کیا آپ کو یہ معلوم نہیں کہ حضرت فاروق اعظم امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگرچہ مدینۃ الرسول اور مسجد نبوی میں بروز جمعہ شریف حاضرین جماعت صحابہ کے روبرو منبر رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے فرما رہے تھے یا ساریۃ الجبل الجبل یہ وہ کلمات طیبات تھے کہ جنہوں نے سامعین حضرات کو محو حیرت و استعجاب کر دیا تھا۔ چنانچہ جب نماز جمعہ شریف سے آپ فارغ ہوئے تو آپ کی بارگاہ عالی میں سوال پیش ہو گیا کہ دوران خطبہ شریف یہ کلمات کیونکر وقوع پذیر ہوئے تو صاحب مسئول جواب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت ساریہؓ کو ہم نے حکم دیا کہ آپ جبل یعنی پہاڑ کے گوشہ اور دامن میں ہو جائیے چنانچہ انہوں نے ہمارے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے جب پہاڑ کو پس پشت مع لشکر اہل اسلام فرمایا تو دشمن پر موقعہ غنیمت جان کر حملہ کر دیا کہ جن کی مدافعت اور تاب و

طاقت دشمن میں نہ پائی گئی اور لشکر اسلام اپنے مقصد اور مطلوب میں کامران ہو کر فتح یاب ہو گیا۔ حالانکہ یہ جنگ مقام نہاوند جو کہ مدینۃ الرسول سے اندازاً نو سو میل دور دراز مقام پر ہو رہی تھی۔ مگر باوجود اس کے کہ نو سو میل کی مسافت اور جس قدر مدینۃ الرسول اور مابین نہاوند مواقعات روئت میں حائل تھے ان سب کے جگر چیر کر نظر فاروق اعظم اس انداز پر پہنچی کہ تمام حالات کا معائنہ بھی فرمایا اور مشورہ بھی ارشاد فرمایا اور جو کچھ وہاں حالات رونما ہوئے ان کی خبر بھی سائلین کو دے دی۔ حالانکہ فی الظاہر آپ مسجد نبوی کے منبر پر تشریف فرما تھے۔

اندریں حالات کیا یہ عند العقل والنقل جائز گردانا جا سکتا ہے کہ وہ ذات رسول میں حاضر و ناظر متردد ہوں بہرحال چونکہ قرآن کریم نے آپ کو شاہد قرار دیا ہے اور شاہد مستلزم حاضر و ناظر ہے اس واسطے آپ کے حاضر و ناظر کے خلاف کوئی شیء حائل اور مانع متصور کرنا مقتضائے ایمان اور مانع اعتماد و ایقان ہے۔ بناءً علیہ اہل اسلام کو یہ ناشائستہ حرکت زیبا نہیں ہو سکتی کیونکہ خلاف نص قرآنی ہے جو کہ منافی ایمان ہے نعتذ برفیہ کس قدر مقام افسوس اور باعث استعجاب ہے کہ جب کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس و اعلیٰ و ارفع میں خصوصاً اسی آیت مستدلہ متذکرہ میں جناب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات مقدسہ کو خطاب سراجاً منیراً بھی فرمایا گیا ہے۔ گویا کہ آپ کے اعزاز مقدسہ میں آپ کو یہ شرف بھی عند اللہ عطا ہوا کہ آپ سراج منیرا بھی ہیں۔ لہٰذا جب آپ سراج منیر ہیں تو آپ کی ذات مقدسہ کی روشنی اور ضو افشانی سے ذرہ ذرہ کائنات منور مستفیض از انوار سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام ہو جس طرح آفتاب جہتاب کے طلوع ہوتے ہی ہر ذرہ کائنات آپ کی روشنی سے منور اور تاباں ہوتا ہے اور یہ تنور علامت تقرب آفتاب پر جبکہ دال ہے تو پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قابل بُعد کیونکر قرین قیاس ہو سکتا ہے جبکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بذات خود عند اللہ سراج منیر بھی ہیں۔

غرضیکہ آیت متذکرہ مستدلہ میں جو اعزاز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیان ہوئے ہیں یہ محض لفظی نہیں بلکہ حقیقت اصلیہ پر محمول ہیں تو پھر حاضر و ناظر میں انکار چہ معنی دارد۔ بہرحال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حاضر و ناظر ہونے میں اگرچہ یہی ایک آیت کافی و وافی ہے مگر چونکہ اس عقیدہ اور موقف کا مزید واضح اور برحق ثابت کرنا مطلوب ہے اس واسطے ہم اور آیات بھی موکد اور موئید ہوتے ہیں پیش کرتے ہیں تاکہ خصم اور سامعین و ناظرین کرام کے قلب میں غطرہ افکار کا تصادم جو ان کے اقوال سن کر پیدا ہو جایا کرتا ہے اس کا قلع قمع ہو جائے ورنہ یہی متذکرہ آیت ہی کافی تھی۔

وکذالک جعلنا کم امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا۔ اس آیت مبارکہ کی ابتدا میں کذالک لایا گیا ہے اور کلام عربی میں کذلک تمثیلاً لایا جاتا ہے۔ لہٰذا مطلب یہ ہو گا کہ سامعین مخاطبین کو اشارہ کے طور پر سمجھانا مقصود قرآن ہے کہ جس طرح ہم نے تم کو امت وسط بنایا ہے یہ اس لئے

سو تم لوگوں پر گواہ ہو امت مرحومہ کی گواہی محض قرآن کریم کے بیان کردہ حقائق اور واقعات پر مبنی ہو گی۔ کیونکہ امت مرحومہ نے وہ حالات بچشم خود پڑھے ہیں کہ جو قرآن کریم نے کسی قوم کے متعلق حکایتہً بیان کئے ہیں۔ اور یہ بھی ایک قسم کی گواہی ہے کہ جو گواہ پڑھ کر گواہی دیتا ہے کہ ہاں میں نے یہ واقعہ فلاں اقرار نامہ یا بیعنامہ کے ورق پر پڑھا تھا۔ چنانچہ جب امت مرحومہ انبیائ و رسل سابقین کی امت پر گواہ بن کر تصدیق کرے گی کہ ہاں بار الٰہا آپ کے فرستادگان نے آپ کا پیغام اپنی اپنی امت کو پہنچایا تو سابقہ امتیں امت مرحومہ پر اعتراضاً جرح و قدح میں عرض گذار ہوں گی کہ جبکہ امت مرحومہ ہمارے بعد آئی اور کوئی فرد امت مرحومہ ہمارے زمانہ میں موجود ہی نہیں تھا تو پھر ان کی گواہی مصنوعی اور من گھڑت حقیقت پر چونکہ مبنی نہیں اس واسطے انبیاء کی پیغام رسانی ان کی شہادت اور گواہی سے مصدق نہیں ہو سکتی وغیرہ۔ چنانچہ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بذات خود تشریف فرما ہو کر اپنی امت کی گواہی کو بدیں انداز مصدوق قرار دیں گے کہ یا اللہ جل ذکرہ میری امت نے وہ تمام حالات قرآن کریم میں پڑھے تھے کہ جو تیری ذات مقدسہ نے قرآن کریم میں بیان اور نازل فرمائے تھے لہٰذا ان کی گواہی برحق اور مصدوق ہے مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت جو دربار رب العالمین میں ہو گی وہ عین مشاہدہ کے تحت ہو گی اور مشاہدہ مقتضی حاضر و ناظر ہونے کے واسطے متلازم ہے۔ لہٰذا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حاضر و ناظر ہونا اس آیت سے بھی ثابت ہوا (۳) فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید و جئنا بک علی ھؤلاء شہیدا۔ اس آیت میں بھی آپ کا حاضر و ناظر ہونا بدرجہ اکمل اور مصدوق الحقیقت پایا جاتا ہے جب کہ آپ فی الظاہر آخر الزمان نبی ہیں اور انبیاء و ان کی امتیں آپ سے بیشتر تشریف لے جا چکے ہیں تو پھر آپ کیونکر انبیاء علیہم السلام کی سرگذشت اور ان کی امتوں پر بطور گواہ تشریف فرما فی حضور اللہ تعالیٰ ہوں گے اور خدائے قدوس آپ کو بحیثیت گواہ کیوں طلب فرمائیگی جبکہ آپ وہاں موجود ہی نہ تھے اور آپ کی شہادت کیونکر مقام قطعیت پر متمکن ہو گی لمحہ فکریہ۔ لکل متفکر ولکل متعاقل ومتنکر کیونکہ شہادت متلازم حضور اور نظر ہے اور حضور و مشاہدہ متلازم موجود ہے۔ لہٰذا جب کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات والا صفات کو خود اللہ تبارک و تعالیٰ منصب شہادت پر مدعو فرما رہے ہیں تو یہ ایک قطعی دلیل ہے کہ آپ قبل از ظہور بھی ہر مقام اور ہر ایک واقعہ رونما ہونے کے وقت حاضر و ناظر ہی تو تھے تب ہی تو آپ کو معتمد علیہ خود خدائے قدوس قرار دے کر مدعو فرما رہے ہیں ورنہ یہ سازش اور بناوٹ ہو گی جو کہ افتراء علی اللہ ہے فتدبر فیہ۔ (باقی باقی)

ادارہ انوار الصوفیہ کے ساتھ خط و کتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں جو کہ آپ کے پتہ کے ساتھ لکھا ہوا ہوتا ہے۔

(ایڈیٹر)

ترجمہ از رسالہ قشیریہ مؤلفہ
امام ابوالقاسم عبدالکریم قشیری

بھوک

انس ابن مالک سے روایت ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا روٹی کا ایک ٹکڑا لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا فاطمہ یہ کیا ہے؟ فاطمہ رض نے عرض کی روٹی کا ٹکڑا ہے۔ میں نے ایک روٹی پکائی تھی میرے دل میں آیا کہ حضور کی خدمت میں یہ ٹکڑا پیش کروں اور آپ تناول کریں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فاطمہ رض سے ٹکڑا لیا اور تناول کیا اور فرمایا۔ تین دن سے بھوکا تھا۔ آج یہ پہلی چیز ہے جو تیرے باپ کے منہ میں پڑی۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بھوک اللہ تعالیٰ کے محبوبوں اور دوستوں کا شعار اور مجاہدہ کے ارکان سے ایک رکن ہے۔ اہل سلوک نے کہا ہے۔ بتدریج بھوک کی عادت بناؤ۔ صوفیوں نے بھوک میں حکمت کے چشموں کو پایا ہے۔ سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ پندرہ دنوں میں صرف ایک دفعہ کھاتے تھے۔ اور جب رمضان کا مہینہ طلوع کرتا تو شوال کا جب تک چاند نہ دیکھتے نہ کھاتے۔ اور ہر رات کو صرف خالص پانی کے ساتھ روزہ افطار کرتے۔ یحییٰ بن معاذ نے کہا ہے اگر بھوک بازار میں فروخت ہوتی تو طالبین آخرت کے لئے اس کے سوا کسی اور چیز کو خریدنا لائق نہ ہوتا۔ سہل بن عبداللہ کا قول ہے کہ جب اللہ نے دنیا کو پیدا کیا تو شکم سیری میں معصیت اور جہالت کو رکھا اور بھوک میں علم و حکمت کو رکھا۔ یحییٰ بن معاذ نے کہا میں اپنے ایک شیخ کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہ رو رہا ہے۔ اس کو کہا تجھے کیا ہوا ہے تو کیوں روتا ہے۔ اس نے کہا میں بھوکا ہوں۔ میں نے کہا کیا تیرے جیسا کامل انسان بھی بھوک سے روتا ہے۔ اس نے کہا خاموش۔ کیا تو نہیں جانتا کہ بھوک سے میری مراد ہی رونا ہے۔

داؤد بن معاذ نے کہا کہ میں نے فلاں سے سنا کہ حجاج بن فرافصہ شام میں ہمارے ساتھ تھا۔ اس نے پورے پچاس دنوں تک نہ پانی پیا اور نہ سیر ہو کر کوئی چیز کھائی۔

ابو تراب نخشی بصرہ کے جنگل سے مکہ میں داخل ہوئے۔ لوگوں نے ان کے کھانے سے دریافت کیا۔ انہوں نے کہا ایک دفعہ مقام بناج میں کچھ کھایا اور پھر اس کے بعد ذات عرق میں کچھ کھایا۔ پھر اس کے بعد ذات عرق کے جنگل سے لے کر کچھ نہیں کھایا یہاں تک کہ تمہارے پاس آ گیا ہوں۔ اتنے لمبے سفر میں انہوں نے صرف دو مرتبہ کھایا اور وہ بھی سیر ہو کر نہیں۔

عبدالعزیز بن عمیر نے کہا۔ پرندوں کی ایک خاص قسم کو چالیس دن بھوکا رکھا گیا اور پھر انہیں ہوا میں اڑایا۔ وہ پرندے چند دنوں کے بعد واپس آئے تو ان سے کستوری کی بو آرہی تھی۔

سہل بن عبداللہ کا یہ حال تھا کہ جب بھوکے ہوتے تو طاقت والے ہوتے اور جب کچھ کھا لیتے تو کمزور ہو جاتے۔

ابو عثمان المغربی الربانی کی عادت تھی کہ وہ چالیس دن تک کچھ نہیں کھاتے تھے۔ اور صمدانی اسی دن بن کھائے گذار دیتے تھے۔

ابو سلیمان دارانی نے کہا کہ شکم سیری دنیا کی کنجی ہے اور بھوک آخرت کی کنجی ہے۔

سہل بن عبداللہ سے پوچھا گیا کہ ایک دن میں صرف ایک لقمہ تناول کرنا کیسا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ صدیقوں کا کھانا ہے۔ اور پھر پوچھا دو لقموں کا کھانا کیسا ہے۔ فرمایا یہ مومنوں کا کھانا ہے۔ پھر تین لقموں کی بابت سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ اپنے گھر والوں سے کہو کہ وہ تمہارے لئے ایک چراگاہ بنا دیں جس میں تم چرتے رہا کرو۔

یحییٰ بن معاذ نے کہا۔ بھوک نور ہے اور سیری نار ہے اور شہوت لکڑی ہے جس سے جلنا پیدا ہوتا ہے۔ اور اس کی آگ سرد نہیں ہوتی یہانتک کہ وہ جل جاتا ہے۔

ابو نصر سراج طوسی نے کہا کہ ایک دن ایک مرد صوفیوں سے شیخ کے پاس آیا۔ انہوں نے اس کے آگے کھانا رکھا اور اس کو کہا کہ تم نے کتنے دنوں سے کھانا نہیں کھایا اس نے کہا پانچ دنوں سے۔ آپ نے فرمایا تیری بھوک بخیل کی بھوک ہے تو نے لباس پہنا ہے اور بھوکا ہے۔ یہ بھوک فقر کی بھوک نہیں ہے۔

ابو سلیمان دارانی سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا کہ رات کے کھانے سے ایک لقمہ کی ترک میرے نزدیک ساری رات بیدار رہنے سے افضل ہے۔

ابو الخیر عسقلانی کے متعلق کہا گیا ہے کہ انہوں نے کئی سال تک مچھلی کی خواہش کی۔ آخر ایک دن ان کو حلال جگہ سے مچھلی مل ہی گئی۔ جب انہوں نے اس کو کھانے کا ارادہ کیا تو ہاتھ کی انگلی میں ایک کانٹا چبھ گیا جس سے ان کا ہاتھ بیکار ہو گیا۔ عرض کی یا مولا یہ حال اس شخص کا ہے جس نے حلال کی طرف ہاتھ بڑھایا کیا حال ہے اس کا جو حرام کی طرف ہاتھ لمبا کرتا ہے۔

علی پور شریف میں ایک جلسہ

مورخہ ۱۳ جون کو زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین معین الملت پیر سید حیدر حسین شاہ صاحب مدظلہم العالی کی زیارت حرمین الشریفین کی واپسی پر جلسہ ہوا جس میں رابعہ عصر حضرت بو جی رحمۃ اللہ علیہا کے لئے ختم شریف پڑھ کر ان کی روح کو ایصال ثواب کیا گیا۔ عشا کی نماز کے بعد حضرت مولانا محمد عمر صاحب خطیب بیگم شاہی مسجد لاہور اور حافظ نور احمد صاحب خطیب راجہ جنگ نے فضائل اولیا پر تقاریر کیں۔ اور نعت خوانوں نے وجد آفرین نعت خوانی سے حاضرین کو محظوظ کیا۔ اور تین بجے رات تک یہ جلسہ ختم ہوا۔

شاہ انصار الہ آبادی

فریادِ اُردو بزبانِ اُردو

نا طقہ سر بگریبان سہی لیکن میں بھی منہ میں زبان رکھتی ہوں اور خاموش فریادوں سے اہل دل کا دل ہلا سکتی ہوں۔

کیا میں پاکستان کا سنگِ بنیاد نہیں! کیا مجھے خاموش کر دینے سے ملک کی سالمیت معرض خطرہ میں نہ پڑ جائے گی! کیا سرحد، پنجاب، بنگال، سندھ میرے اعضاء و جوارح نہیں! کیا تخت نشینوں نے مجھے کرسی نشین ہونے کی عزت نہیں بخشی۔ کیا میں غیر منقسم ہند میں تمام اقوام و مذاہب کا مرکز اتحاد و نکتہ نظر و فکر نہ تھی! کیا فارسی میرا سنگار دیکھ کر نہیں شرمائی! کیا دوابۂ سندھ کی فصاحت زدہ موجوں نے میری راجدھانی سے استفادہ نہیں کیا! کیا اہلِ علم شرفا نے مجھے اپنی آنکھوں کا تارا نہیں سمجھا! سمجھا اور ضرور سمجھا۔ لیکن میں تکمیل سے نا آشنا ہی تھی کہ ملک چکی کا دو پاٹ بن گیا اور میں پس پسا کر سرمہ بن گئی۔

ایک حصہ میں بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا، بقول پنڈت جواہر لال نہرو مویشیوں کی زبان کو قومی زبان مقرر کیا گیا۔ دوسرے حصہ پاک میں قومی زبان ہونے کا سہرا میرے سر رہا۔ لیکن افسوس کے تمام دعوے زبانی اور بالکل زبانی ثابت ہوئے۔ دراں حالیکہ مجھے یقین کامل تھا کہ سرزمین پاک سے میری قسمت کا ستارہ بلند ہو کر پورے ایشیا کو جگمگا دے گا۔ لیکن اے بسا آرزو کہ خاک شدہ، آہ محمد علی جناح، لیاقت علی خان کو موت کے اردو کش پنجے نے عشق لیلائے سخن سے محروم کر دیا۔ دیگر وزراء، امراء، سفراء، کبرا میری دل آویزی و جاذبیت سے پورے طور پر لطف اٹھانے کی اہلیت کے اہل نہیں یا انہیں قومی و مادری زبان سے محبت نہیں۔ اور اسی لئے مسئلہ زبان زبانی حدود و سطور سے تجاوز نہ کر سکا۔ لیکن ناخدایان ملک سے یکسر متشکوہ نہیں۔ وہ بیچارے اُلٹی زبان کے اسیر کبھی بھی میرے اصول و معیار پر پورے نہیں اتر سکتے۔ البتہ وہ حضرات جو میری شمع ادب کے پیدائشی پروانے ہیں اُن سے ضرور فریاد ہے آج بھی اور کل خدا کے سامنے بھی انصاف چاہوں گی۔ کیا میری عصمت و عظمت میں انداز یا اسلامی نقوش کی کرنیں موجزن نہیں۔ کیا میرا رسم الخط قرآن کے خطوط سے ہمکنار نہیں۔ کیا میرا انداز گفتگو شرافت و تہذیب کا آئینہ دار نہیں۔ کیا میرا طرز تخاطب انسانیت کا علمبردار نہیں۔ تو پھر کیوں آپ اپنے

مقدس ناموں کے دو جزو عیسائی اور ایک جزو سے ذو مسلم معلوم ہوتے ہیں۔ افسوس کہ آپ نے از خود اچھے خاصے ناموں کو بگاڑ کر غریب والدین کو نام دھرے جانے کے قابل بنا دیا۔ آپ سوچئے تو، زیڈ، اے خزاری کیا۔ زیڈ، اے مداری کیا۔ زیڈ، سی مکاری کیا یہ طریقہ اختصار نہ ادبی نہ اسلامی اور نہ انگریزی کو مجھ میں جذب کرے گا۔ اور بچوں نے حسب تربیت والد کو ڈیڈی کہہ کر پکار دیا تو پھر کیا تھا ابا جان ریشہ خطمی ہو گئے۔ اور تھوڑی دیر کے لئے انہیں یقین کامل ہو گیا کہ وہ اصلی کیا نسلی مسلمان بھی نہیں ہیں۔ بلکہ احباب میں فخریہ اعلان کرتے پھرتے ہیں کہ میرا بچہ عجب انداز سے مجھے ڈیڈی کہتا ہے۔ بریں عقل و دانش بباید گریست۔

دکانوں، مکانوں، کارخانوں، دفتروں، انجمنوں کے نام تو ایسی قسم ایسے ایسے کہ جنہیں دیکھ کر خودکشی کو جی چاہتا ہے۔

آخر میں اپنے نازبرداروں سے بزبان بے زبانی دل استدعا ہے کہ خدا کے لئے اپنی زبان بولئے۔ قومی زبان بولئے، کچھ تو عقل و شرم سے کام لیجئے۔

اردو زباں

ہوش میں آ، ہوش میں آتا کجے خواب گراں
دیکھ! اس کے نام میں ہیں کتنی تعبیریں نہاں
کچھ خبر بھی ہے تجھے دلدادۂ علم فرنگ
جسم پاکستان ہے اور جان ہے اردو زباں

قومی زبان

ھو بائیت میں غرق ہے ہر اک سفید پوش
اردو غریب کا بھی کوئی قدر دان ہے
سب اپنی اپنی بولیاں بولیں ہیں رات دن
قومی زبان گویا زبانی زبان ہے

بحر آزادی

ہم جو کہنا چاہتے ہیں۔ کیا کہیں کیسے کہیں
اپنے احساسات ہیں منت پذیر دیگراں
بحر آزادی و افکار شعراء کی قسم
اے زمین پاک تشنہ ہے ابھی اردو زباں

ارتحال

موضع ساگری ضلع جہلم میں کپتان محمد عبداللہ خاں صاحب جماعتی نقشبندی جو اپنے پیر بھائی اور بڑے شریف النفس اور نیک اور عابد و زاہد انسان تھے وفات پا گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جب یہ خبر رئیس المتکلمین پیر سید بشیر حسین صاحب علی پوری کو پہنچی تو نہایت مغموم ہوئے۔ آپ نے قرآن شریف کا ختم کروا کر اور غرباء پر صدقہ خیرات کر کے کپتان صاحب مرحوم کی روح کو ایصال ثواب کیا۔

موضع محال متصل دینہ۔ مسماۃ محمد بی بی اہلیہ بابا فضل دین دنیائے فانی سے انتقال کر گئی ہیں مرحومہ حضرت قبلۂ عالم محدث علی پوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غلام اور پابند صوم و صلاۃ تھیں۔ قارئین تمام متوفیوں کے لئے دعائے مغفرت کریں۔

نویدِ شادی

برتقریب شادی خانہ آبادی سید اشرف حسین شاہ صاحب خلفِ اکبر صاحبزادہ
مولانا الحاج سید اختر حسین شاہ صاحب مدظلہٗ علی پوری

سرورِ جان و دل کی ہے مکمل داستاں سہرا
سنو اے سامعیں! کہتا ہے کیا رنگیں بیاں سہرا

گلستانِ تمنا ہے گلِ رنگین چن چن کر
وہ لایا گوندھ کر کس شوق سے ہے باغباں سہرا

صدائیں آئی بلبل کی چمن زارِ محبت سے
مبارک ہو تجھے، میرا بھی یہ اک ارمغاں سہرا

ضیائے اخترِ تاباں سے ہے دنیائے دل روشن
جنابِ شاہ اشرف کیلئے ہے نورِ جاں سہرا

رہے گا گلستاں امید کا اس سے تروتازہ
تمناؤں کو بخشے گا حیاتِ جاوداں سہرا

نظر ڈالیں ذرا اہلِ نظر دولہا کے چہرے پر
عجب انداز سے لہرا رہا ہے گلفشاں سہرا

صدائے غیب آتی ہے یہ کانوں میں کہ بخشے گا
گلستانِ جماعت کو بہارِ بے خزاں سہرا

نظر پڑتی ہے گوہرؔ جب مری گلہائے خنداں پر
گماں مجھ کو گزرتا ہے کہ ہے اک گلستاں سہرا

پیش کردہ

غلام رسول گوہرؔ ایڈیٹر "انوار الصوفیہ" (قصور شہر)

(۱۱ر مئی ۱۹۶۴ء)

سہرا

برعقد نشاط انگیز صاحبزادہ سید اشرف حسین شاہ صاحب خلف اکبر اعلیحضرت سید اختر حسین شاہ صاحب
مدظلہ العالی علی پوری

آج باندھا ہے جو اشرف نے گل افشاں سہرا
چہرے پہ سجتا ہے کیا شوق بداماں سہرا

یوں گماں ہوتا ہے پھولوں کی ہنسی پر جیسے
طلعتِ اختر گردوں پہ ہے خنداں سہرا

بوئے عشرت سے معطر ہیں فضائیں ساری
ہے یہ گلہائے تمنا کا گلستاں سہرا

اہلِ خانہ کی اُمیدوں کا یہی ہے مرکز
اور احباب و اقارب کا ہے ارماں سہرا

اس کا ہر تار ہے جھک جھک کے بلائیں لیتا
ہو رہا ہے رخِ نوشاہ پہ قرباں سہرا

زندگی بھر کے لئے تجھ کو ملا ایک رفیق
اور ہے اس کی محبت کا یہ پیماں سہرا

فرطِ بہجت سے شگفتہ ہیں دلوں کے غنچے
گویا لے آیا ہے پیغامِ بہاراں سہرا

سِلکِ اُلفت میں پروئے ہیں گہر ہائے اُمید
غیرتِ انجمِ سحر ہے یہ درخشاں سہرا

اس کے ہر پھول میں رقصاں ہے محبت کا سرور
اپنی قسمت کی بلندی پہ ہے نازاں سہرا

یہ کھِلا ہے مرے گلہائے معانی کا چمن
اے قمر! یا رخِ نوشہ پہ ہے خنداں سہرا

منجانب

(احقر العباد قمر یزدانی پسوانہ ضلع سیالکوٹ)

سہرا

بتقریبِ سعید شادیٔ خانہ آبادی چشم و چراغ اولیا نورِ نگاہ اصفیا صاحبزادہ سید اشرف حسین شاہ جماعتی سلمہ اللہ

کس قدر اللہ اکبر روشنی سہرے میں ہے
سیکڑوں چاندوں کی گویا چاندنی سہرے میں ہے

ہیں ادائیں جس پہ لاکھوں نازنینوں کی نثار
وہ نزاکت اور گل پیرا ہنی سہرے میں ہے

ہے گرہ اک اک لڑی کی خوش نصیبی کی گرہ
نختیار اک چہرہ اللہ غنی سہرے میں ہے

جھولیاں بھر لیں تجلّی سے رخِ نوشاہ کی
مرحبا کتنی کشادہ دامنی سہرے میں ہے

ہیں جو دولہا آج صاحبزادہ اشرف حسین
کس قدر نورِ شرف کی روشنی سہرے میں ہے

نورِ چشم جوہر الملت شہ اختر حسین
مکرمت کی بن کے جلوہ افگنی سہرے میں ہے

شمسِ ملت دستگیرِ بیکساں نور حسین
آپ کے انوار کی سب روشنی سہرے میں ہے

حضرتِ شاہِ معین الملت حیدر حسین
اُن کے لطفِ خاص سے نازک تنی سہرے میں ہے

وابعہ ہیں وقت کی بے شبہ بو بو صاحبہ
اُن کا فیضانِ کرم بھی دیدنی سہرے میں ہے

سر بسر شادی میں ہے رسمِ تعلق کا ثبات
بات زینِ محبّت کی بنی سہرے میں ہے

ہو مبارک خانداں بھر مرکزِ انوار سے
سر سے پا تک چاندنی ہی چاندنی سہرے میں ہے

اس کو چڑھنا تھا جو سر اک نازنیں اندام کے
حد سے افزوں اس لئے نازک تنی سہرے میں ہے

خوش نصیبی سے رہے دولہا دلہن میں ارتباط
آج ہر گل اپنی قسمت کا دھنی سہرے میں ہے

آج سب خوشیوں کی ضامن بن کے شادی آگئی
آج سب یار بیلیوں سے امنی سہرے میں ہے

شعر میں لیلیٰ نے وہ موتی پروئے آب دار
حسن و خوبی، زیب و زینت دیدنی سہرے میں ہے

یکے از کنیزکان قبلہ عالم علیپوری مجددی
ا ۔ ک ۔ لیلیٰ

روئیداد عرس شریف دربار عالیہ چورہ شریف

قارئین رسالہ الانوار الصوفیہ و جملہ اہل درد حضرات السلام علیکم۔ راقم الحروف مؤرخہ ۱۶، ۱۷ مارچ ۱۹۶۴ء کو دربار شریف پہنچا۔ پہلا عرس یعنی پہلا جلسہ خواجہ قادر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف کے پاس منعقد ہوا۔ اس میں نعت خوانی و قرآن خوانی و وعظ وغیرہ ہوئے۔ مولوی محمد شریف صاحب نے تقریر کی۔ بہت ہی مدلل اور محقق تقریر ہوئی۔ مجمع کافی تھا۔ ایک بجے ختم شریف پڑھا گیا اور خواجہ صاحب مرحوم و مغفور کی روح پاک کو ثواب ایصال کیا گیا۔ یہ جلسہ جناب حاجی پیر محمد صدیق صاحب کے زیر اہتمام ہوا۔ کھانا وغیرہ کھانے کے بعد جلسہ مستوار صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے پاس شروع۔ بہت سے نعت خوانوں نے نعت خوانی کی اور مولوی صاحبان نے تقریریں کی۔ عصر کی نماز سے قبل ختم شریف پڑھا گیا۔ اور ثواب ایصال کیا گیا۔ جلسہ بہت ہی پُر رونق رہا۔ علامہ ابو الحقائق محدث ہزاروی کی تشریف آوری بھی اسی جلسہ میں ہوئی*۔ اس کے بعد جلسہ ختم ہوا۔ اور نماز عصر ادا کی گئی اور جلسہ کل صبح تک ملتوی رہا۔ اس جلسہ کی تنظیم جناب پیر محمد معصوم بادشاہ مدظلہ کی طرف سے ہوئی۔ مہمانان الگ الگ اپنے اپنے حضرات کے پاس ٹھہرے۔ راقم الحروف کو چونکہ جناب حاجی پیر محمد صدیق صاحب مدظلہم کے ساتھ دلی وابستگی ہے۔ اس لئے بندہ وہیں رہا اور قبلہ و کعبہ جناب صاحبزادہ صاحب پیر حاجی سید نذر حسین شاہ صاحب علی پوری نبیرۂ شہ جماعت رضی اللہ علیہ بھی تشریف گرامی لائے تھے۔ اور وہیں ہمارے ساتھ ہی فروکش ہوئے تھے۔ مورخہ ۱۷/۳/۶۴ کو جلسہ شریف خواجہ خواجگان جناب قطب الاقطاب قیوم زمان باباجی فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس کے پاس منعقد ہوا۔ پہلے قرآن خوانی ہوئی۔ پھر نعت خوانی کے بعد تقریریں شروع ہوئیں۔ چار علماؤں نے وعظ بیان فرمایا۔ آخری وعظ جناب ابو الحقائق علامہ ہزاروی مدظلہم کی تھی۔ آپ نے ذکر کے اوپر تقریر فرمائی بہت ہی مدلل اور مؤثر تقریر فرمائی۔ ہر قسم کے جواز و ثبوت دربارہ قدم بوسی تربت بوسی اور اولیاء اللہ کا قرب خدا کا ساتھ اور خدا تعالیٰ کا قرب اولیاء اللہ کے ساتھ بہم پہنچائے اور آپ نے فرمایا کہ ذکر الٰہی سے دل کو اطمینان ہوتا ہے۔ مگر اس وقت اطمینان ہوتا ہے جب کہ ذکر اپنی آنکھوں سے دیکھے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا دیکھنا محال تر ہے اس لئے آپ نے دلائل الخیرات کے حوالے سے سیدنا ذکر اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت کیا کہ حضور رسول اکرم جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا ذکر ہیں اور حضور ﷺ کے تصور سے جب ذکر کیا جاوے گا تو قلب کو اطمینان نصیب ہوگا۔ آپ کے ذکر کے بعد آپ کو دستار فضیلت باندھائی گئی اور دیگر علمائے کی

بھی اور ان کے علاوہ دستار فضیلت عطا کی گئی اس کے بعد جلسہ بعد دعا کے ختم ہوا اور کھانا وغیرہ کھانے کے بعد ظہر کی نماز ادا کی گئی اور اسی وقت سے رخصتی شروع ہو گئی۔ راقم الحروف کو جناب حاجی پیر محمد صدیق صاحب مدظلہم تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ مختصر سی روئیداد عرس شریف کو رسالہ میں بھیج دینا سو بالکل ہی اختصار کے ساتھ یہ کوائف عرس جناب بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ارسال ہیں۔ فقط!

الراقم ممتاز علی خان ممتاز ؔ دیوانہ رشید
سگِ دربار علی پوری (از پیلان)

مکتبۂ انوار الصوفیہ کی ایمان افروز کتابوں کی فہرست

افضل الرسل مصنفہ زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین سراج الملت مولانا الحاج پیر سید محمد حسین شاہ صاحب علی پوری قدس سرہٗ تمام سیرت کی کتابوں کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے محامد و محاسن جو آپ کی ذات ستودہ صفات کے لیے خاص ہیں اس کتاب میں پڑھیے:
قیمت ۲۔۰۰

کوکبۂ غزوہ بدر غزوۂ بدر اور اس کی فتح اور کامیابی کے معجزانہ تاریخی حالات اور اصحاب بدر کے فضائل اور دیگر فوائد حضرت بخشی مصطفےٰ علی خان صاحب مہاجر مدینہ منورہ کی ۲۹۳ صفحات کی کتاب ہے اور اس کے ساتھ آخر میں اصحاب بدر کے اسماء شریفہ کے توسل سے منظوم مناجات ابتق المظفر باسٹھ صفحات کی ملحق ہے۔
قیمت ۔۔ ۳ روپے

فیوض امانت گلشن معرفت: فضائل اعمال قادریہ اور دو وظائف اور مسائل تصوف میں بہت نفیس کتاب ہے۔
قیمت ۵۰۔

عماد الدین: نماز کے فضائل میں قابل دید کتاب ہے
قیمت ۵۰۔

کلام غوث حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فارسی قصائد و غزلیات نعتیات کا نہایت لطیف اور پاکیزہ مرقع ہے۔ قیمت ۵۰۔

بہشت مناقب شاعر حقیقت، عالم شریعت حضرت مولانا صابر براری کے قصائد مناقب کا مجموعہ جو انہوں نے اولیاء کرام کی شان میں لکھے ہیں قیمت ۵۰۔

مرقع شہادت حضرت امام حسین و دیگر شہدائے کربلا رضی اللہ تعالیٰ کے مستند حالات و سوانح کا آئینہ ہے جس کو حضرت مولانا استاذ الشعراء یعقوب حسین صاحب علامہ ضیاء القادری بدایونی مدظلہم العالی نے نظم میں تصنیف کیا ہے
قیمت ۔۔ ۲ روپے

اطلاعات و اخبار یاران طریقت

نئی آبادی مہر حاکم دین: ۹ و ۱۰ اپریل بروز جمعرات اور جمعہ جناب مہر عبدالحق صاحب جماعتی نقشبندی نے حسب سابق حضرت امیر الملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عرس شریف کرایا۔ علی پور شریف سے علامہ زمان حضرت جوہر الملت مولانا الحاج حافظ پیر سید اختر حسین شاہ صاحب مدظلہم العالی تشریف لائے۔ جمعہ کی رات کو آپ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور ہونے پر مدلل اور مؤثر وعظ فرمایا۔ آپ کے بعد خاکسار ایڈیٹر انوار الصوفیہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے محامد محاسن پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ مہر صاحب حضرت قبلہ عالم امیر الملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نہ صرف عقیدت مند ہیں بلکہ آپ کے عاشق ہیں۔ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہر قسم کی نعمتیں اللہ کی دی ہوئی موجود ہیں۔ بہت بڑے زمیندار اور امیر ہیں۔ لیکن وہ اپنا کچھ نہیں جانتے ان کا عقیدہ ہے کہ جو کچھ ہے۔ حضرت صاحب کا ہے۔ عرس کے دو دنوں میں مہمانوں کو جو تین سو کے قریب تھے پر تکلف کھانے کھلاتے رہے۔ صبح و شام زردے اور پلاؤ کی دس دس دیگیں پکتی تھیں۔ اس کے علاوہ دستر خوان پر جو کئی قسم کے پر تکلف کھانوں کی بہتات ہوتی تھی۔ وہ کھانے والے مہمان ہی جانتے ہیں۔ دوسرے روز جمعہ میں چونکہ حضرت جوہر الملت کی طبیعت ناساز تھی آپ نے مجھ کو حکم دیا میں نے تقریر کی اور آپ نے خطبہ شریف پڑھا اور کچھ مختصر تقریر فرما کر نماز جمعہ پڑھائی۔

کنجاہ شریف

۱۱، ۱۲ اپریل کو صاحبزادہ محمد امین صاحب سجادہ نشین کنجاہ شریف کے حسن انتظام سے چراغ معرفت جناب مولانا الحاج حافظ پیر سید نور حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم منعقد ہوا۔ رات کو حضرت مولانا نے وعظ فرمایا ان کے بعد ایڈیٹر انوار الصوفیہ نے اور پھر حضرت مولانا عبدالحمید صاحب خطیب کیمبلپور نے تقریر فرمائی۔ صبح کو قرآن خوانی اور نعت خوانی کے بعد دعائے ایصال ثواب اور سلام پر جلسہ ختم ہوا۔

کوہاٹ

قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین اعلیٰ حضرت امیر ملت محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کا سالانہ بارہواں عرس شریف مورخہ ۲۴ مارچ ۱۹۶۴ء بروز منگل وار منعقد ہوا بعد از نماز ظہر قرآن مجید کے دو ختم ہوئے۔ اس کے بعد ختم شریف خواجگان کرام رضوان اللہ علیہم پڑھا گیا قبلہ و کعبہ مولانا الحاج پیر سید حافظ نذر حسین شاہ صاحب علی پوری مدظلہ العالی نے ایصال ثواب کے لئے دعا مانگی اور حضرت مولانا محمد شریف صاحب خطیب ڈسکہ اور حضرت مولانا محمد شریف نوری صاحب نے

شریف کے سالانہ عرس شریف کے موقع پر حضرت مولانا الحاج جوہر الملت پیر سید اختر حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی کی خدمت میں یا آپ کی وساطت سے امدادی رقوم پیش کریں گے۔ وما علینا الا البلاغ المبین

شیخ غلام جیلانی پراچہ سیکرٹری انجمن خدام الصوفیہ
لاٹھیلپور

کاروائی اجلاس

مدرسہ نقشبندیہ جماعتیہ

مؤرخہ ۲۷ ۳/۶ ۶۴ چوتھا سالانہ جلسہ انجمن خدام الصوفیہ چکپواری (میرپور)

زیر صدارت

حضرت قبلہ حافظ عالم حاجی الحرمین الشریفین حضرت صاحبزادہ سید اختر حسین شاہ صاحب جماعتی شروع ہوا

تلاوت قرآن شریف	۰۰ — ۱۱ تا ۱۰ — ۱۱	حافظ عبدالرحمٰن صاحب
نعت شریف	۰۰ — ۱۱ تا ۲۰ — ۱۱	جناب حاجی محمد حسین صاحب گلفروش
تقریر	۲۰ — ۱۱ تا ۰۰ — ۱۲	جناب مولانا مولوی محمد عالم صاحب لدڑی جماعتی
"	۰۰ — ۱۲ تا ۰۰ — ۱	حاجی احمدالدین سیکرٹری انجمن خدام صوفیہ گجرات
تقریر دلپذیر	۰۰ — ۱ تا ۳۰ — ۲	حضرت مولانا پیر سید اختر حسین شاہ صاحب علی پوری

جلسہ بعد نماز جمعہ ختم ہوا جس میں اندازہ ۲ ہزار حضرات نے شرکت کی اور حضرت قبلہ عالم نے اپنی طرف سے مبلغ دو صد روپے دیئے اور دوسروں سے چندے کی اپیل کی جس پر کل مبلغ ۔/۴۸۹۷ روپے لوگوں نے پیش کئے۔ جس میں زیادہ رقم چوہدری مفضل حسین و محمد حسین نے ۔/۳۰۰۰ روپے اور حاجی شکر محمد نے مبلغ ۔/۱۱۰۰ روپے یونائیٹڈ بنک کی طرف سے وہاں کے مینجر اے۔ ایم ہاشمی نے ایک سو روپے چوہدری دیوان علی نمبردار نے ۲ سو روپے اور باقی حضرات نے اپنی اپنی طاقت کے مطابق پیش کئے۔ حضرت قبلہ نے عام اعلان فرمایا کہ کسی کو جرأت ہے تو جو مسئلہ دریافت کرنا چاہے کر سکتا ہے۔

بصیرت افروز وعظ فرمایا۔ حاضرین نہایت محظوظ و مسرور ہوئے۔

کاموں کے ضلع شیخوپورہ

۱۳، ۱۴ اپریل کو حضرت قبلۂ عالم امیر ملت محدث علی پوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سالانہ عرس شریف ہوا۔ حضرت جو ہر المد .. مولانا الحاج پیر سید اختر حسین شاہ صاحب نے رات کو جامع مسجد میں تذکیہ نفس کے موضوع پر تقریر فرمائی حاضرین نہایت محظوظ اور مسرور ہوئے۔

از جانب شیخ غلام جیلانی صاحب پراچہ سیکرٹری انجمن خدام الصوفیہ لائلپور

جملہ یاران طریقت کی خدمت میں معروض ہوں کہ رسالہ انوار الصوفیہ: قبلۂ عالم امیر ملت محدث علی پوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جاری کیا ہوا رسالہ ہے اور ہماری جماعت کا واحد ترجمان ہے۔ حضرت مولانا غلام رسول گوہر کو حضرت سراج الملت مولانا الحاج پیر محمد حسین شاہ صاحب قدس سرہٗ نے رسالہ کو اس کے بعد کہ یہ حضرت مولانا امام الدین صاحب رامپوری رحمۃ اللہ علیہ کی ادارت میں سیالکوٹ سے نکلتا تھا۔ قصور سے نکلنے کا حکم فرمایا اور مولانا کو رسالہ کا مدیر اعلیٰ قرار دیا۔ حضرت مولانا نے آج تک جو رسالہ کو چلانے کے لئے محنت اور کوشش کی ہے۔ وہ کسی سے مخفی اور پوشیدہ نہیں ہے۔ مولانا صاحب نے رسالہ کی خاطر اپنے کئی ذاتی اور نجی کام ترک کر دیئے ہیں۔ اور ہر اعتبار اور پہلو سے رسالہ کو صحافی معیار پر پہنچانے کے لئے شب و روز لگے رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اب رسالہ صوری و معنوی اعتبار سے اس لائق ہو گیا ہے۔ کہ نہ صرف یاران طریقت اس کو پڑھتے ہیں۔ بلکہ جملہ اہل اسلام کا یہ محبوب رسالہ بن چکا ہے۔ اور پاک و ہند میں اس کی کئی ایجنسیاں قائم ہو چکی ہیں۔ لیکن بایں ہمہ اس کی اشاعت ہمارے اپنے یاروں میں اتنی نہیں ہے۔ کہ اس پر رسالہ کے چلاؤ کا اعتماد اور بھروسہ کیا جائے۔ حضرت مولانا صاحب رسالہ کی اشاعت کے سلسلہ میں ہر سال مقروض ہوتے جا رہے ہیں۔ اس لئے ہم جملہ یاران طریقت کا فرض ہے کہ رسالہ کی اشاعت کو بڑھانے کیلئے کوئی تعمیری اور مثبت قدم اٹھائیں۔ اس کی اشاعت کئی ہزار تک ہونی لازم ہے۔ ہر سال عرس شریف کے موقع پر ہم میں جو مخیر حضرات ہیں ان کو چاہیئے۔ کہ معقول رقم رسالہ کے لئے بطور امداد کے عطا کریں۔ تاکہ اس کے سال کا خرچ پورا ہوتا رہے اور اپنے مکتبہ انوار الصوفیہ کے زیر اہتمام تصوف کی کتابیں جو ہمارے سلسلہ کی نایاب کتابیں ہیں چھپواتے رہیں۔ رسالہ کے لئے اشتہارات سے بھی مدد کی جا سکتی ہے۔ عموماً اخبار و رسائل وغیرہ اشتہارات کے بل بوتے پر چلتے ہیں۔ ورنہ اس مہنگائی کے زمانہ میں صرف خریداروں کے بل بوتے پر رسالہ کا زندہ رہنا بہت مشکل ہے امید ہے میری یہ گذارش جو میں نے جملہ پیر بھائیوں کی خدمت میں کی ہے۔ پیر بھائی قبول فرمائیں گے۔ اور علی پور ...

رشحۂ قلم صوفی عبدالوہاب زاہد چشتی کراچی

سلام

بحضور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

سرورِ انبیاء سلام علیک — فخرِ ارض و سما سلام علیک
تاجدارِ دنیٰ سلام علیک — خاصۂ کبریا سلام علیک
حضرت مصطفےٰ سلام علیک — احمد مجتبیٰ سلام علیک

شافع المذنبین سلام علیک — رحمتِ عالمین سلام علیک
سید المرسلین سلام علیک — لامکاں کے مکیں سلام علیک
ظلِ ربِ العلا سلام علیک — احمد مجتبیٰ سلام علیک

مظہرِ شانِ رب سلام علیک — شاہِ اُمّی لقب سلام علیک
افتخارِ عرب سلام علیک — نازشِ ہر نسب سلام علیک
خلق کے رہنما سلام علیک — احمد مجتبیٰ سلام علیک

خاصۂ لایزال تم پہ سلام — شاہدِ ذوالجلال تم پہ سلام
عادلِ بے مثال تم پہ سلام — دو جہاں کے جمال تم پہ سلام
عظمتِ انبیاء سلام علیک — احمد مجتبیٰ سلام علیک

تم پہ خیر الوریٰ ہزار سلام — رازِ ہست و فنا ہزار سلام
روزِ صبح و مسا ہزار سلام — اے حبیبِ خدا ہزار سلام
ہادیِ حق نما سلام علیک — احمد مجتبےٰ سلام علیک

تم پہ لاکھوں سلام شمعِ یقین — تم پہ لاکھوں سلام نورِ مبین
تم پہ لاکھوں سلام روحِ امین — تم پہ لاکھوں سلام خسروِ دین
ہاشمی مرتضیٰ سلام علیک — احمد مجتبےٰ سلام علیک

صد صلوٰۃ و سلام سترِ خدا — صد صلوٰۃ و سلام ماہِ دنیٰ
صد صلوٰۃ و سلام نورِ بقا — صد صلوٰۃ و سلام جانِ ہدا
فخرِ ہر دو سرا سلام علیک — احمد مجتبےٰ سلام علیک

بحرِ اخضر سلام کرتے ہیں — نجم و اختر سلام کرتے ہیں
سبع سپہر سلام کرتے ہیں — ہفت کشور سلام کرتے ہیں
صاحبِ اہتدا اسلام علیک ⁂ احمد مجتبیٰ سلام علیک

روحِ زاہد سلام کرتی ہے — شانِ ماجد سلام کرتی ہے
ذاتِ واحد سلام کرتی ہے — صفِ ساجد سلام کرتی ہے
دل سے آئی صدا سلام علیک ⁂ احمد مجتبیٰ سلام علیک

سنئے سنئے سلام جن و بشر — سنئے سلام شمس و قمر
سنئے سنئے سلام دیدۂ تر — سنئے سلام سائل در
ہر طرف غل ہوا سلام علیک ⁂ احمد مجتبیٰ سلام علیک

ضروری اعلان — بھارت کے جن خریداروں کے ذمہ رسالہ کا سالانہ چندہ واجب الادا ہے مہربانی کر کے ہماری اس گذارش کو ملاحظہ فرماتے ہوئے فوراً آج ہی مراد آباد۔ محلہ تمباکو والا میں مولانا الحاج محمد طاہر صاحب جماعتی نقشبندی کی خدمت میں بذریعہ ڈاک ارسال کردیں۔

شکریہ — جن دوستوں اور بزرگوں نے رسالہ کے لئے نئے خریدار بنائے ہیں ان کا اسم گرامی مندرجہ ذیل ہے۔ ادارہ ان کا خلوصِ قلب سے شکریہ ادا کرتا ہے۔

۱۔ شیخ غلام گیلانی صاحب پراچہ لائل پور ۴ خریدار
۲۔ نور محمد صاحب نمبردار لائل پور ۲ ״
۳۔ حاجی غلام جیلانی صاحب جماعتی نقشبندی ۱ ״
۴۔ الحاج ذاکر علی صاحب کراچی ۱ ״

مولانا محمد نعمان خان صاحب ۱ خریدار
صوفی محمد طاہر صاحب مراد آباد ۱ ״
مولانا محمد عالم صاحب کھاریاں ۱ ״
جناب صوبیدار محمد حسن صاحب کیمبل پور ۱ ״
حاجی مراد خان صاحب پریم نگر ۱ ״

ارتحال — آگرہ میں ہمارے دیرینہ اور مخلص یار مع بیعت رسالہ انوار الصوفیہ کے بہی خواہ منشی عبدالرزاق فہیم صاحب ۱۶ جون کو دنیا فانی سے عالم بقا کی طرف رحلت فرماگئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ قارئین رسالہ سے استدعا ہے کہ مرحوم کے لئے دعائے استغفار کریں۔ ادارہ انوار الصوفیہ منشی صاحب مرحوم کے لواحقین کے دلی غم کا اظہار کرتا ہے۔

اخبار آستانہ عالیہ جماعتیہ علی پور شریف

۱- مولانا الحاج معین الدین پیر سید حیدر حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی ماہ جولائی کے پہلے ہفتہ میں حرمین الشریفین کی زیارت سے فارغ ہو کر علی پور شریف تشریف لے آئے ہیں۔ ۱۳ جون بروز ہفتہ آپ نے ایک مجلس کا انعقاد کیا۔ جس میں عقیدت مندوں نے اطراف واکناف سے بکثرت شمولیت کی۔ رات کو عشا کی نماز کے بعد وعظ اور نعت خوانی ہوئی۔

۲- مولانا الحاج زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین حضرت مولانا الحاج شمس الملت پیر سید نور حسین شاہ صاحب مدظلہم العالی علی پور شریف رونق افروز ہیں۔ خیال کیا جاتا ہے کہ آپ کسی روز مولانا حامد حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ کی فاتحہ خوانی کے لئے کراچی تشریف لے جائیں گے۔

۳- فخر احناف رئیس العلماء مولانا الحاج علامہ جوہر الملت پیر سید اختر حسین شاہ صاحب لائل پور تشریف لے گئے ہیں وہاں سے آپ مولانا بشیر احمد خاں کی ملاقات کے لئے ملتان تشریف لے جائیں گے۔

۴- رئیس المتکلمین مولانا الحاج پیر سید بشیر حسین شاہ صاحب ضلع جہلم کے دیہات میں اس طرف کے یاران طریقت کے پیہم اصرار پر برائے تبلیغ تشریف لے گئے ہیں۔

۵- مولانا الحاج پیر سید انور حسین شاہ صاحب گھر پر ہی تشریف فرما ہیں۔ روضہ شریف کی تعمیر کا کام موسم برسات کے گذر جانے کے بعد شروع ہو گا۔

۶- ۳۰ اگست مطابق ۲۱ ربیع الثانی ۵ ۱۳۸ھ بروز اتوار قبلۂ عالم امیر ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یوم وصال پر ختم شریف پڑھ کر آپ کی روح کو ایصال ثواب کیا جائے گا۔

Regd. No. L. 7478 JUNE 1964

The Monthly
ANWAR-UL-SOOFIA

مکتبہ انوار الصوفیہ
کی شریعت و طریقت کے انوار سے دلوں کو جگمگانیوالی کتابیں

ملفوظاتِ امیرِ ملت یہ مبارک مجموعہ حضرت امیرِ ملت رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ اور پند و نصائح کا مرقع اور اہل سنت و جماعت کے مسلک کا مصدق و مؤید ہے۔ جملہ اہل اسلام اور خصوصاً یارانِ طریقت کے پاس یہ مبارک کتاب ضرور ہونی چاہیئے۔ قیمت -/۲ روپے

یارانِ طریقت یا پیر بھائی یہ نورانی کتاب بھی اعلیٰ حضرت امیرِ ملت علی پوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ان تقاریر کا دل نشین مرقع ہے جو آپ نے الحب فی اللہ کی تفسیر میں فرمائیں۔ اس میں یارانِ طریقت اور پیر بھائیوں کو جس طرح آپس میں رہنا چاہیئے وہ سبق اس کتاب سے پڑھیئے۔ قیمت ایک روپیہ

مجموعہ نعتیاتِ راقب جناب راقب صاحب کی تمام پنجابی نعتیں جو بڑی مقبول اور ہر محفل میلاد میں پڑھی جاتی ہیں آجکل نایاب تھیں۔ ادارہ انوار الصوفیہ نے بڑی محنت سے ان کو تلاش کرکے ایک ہی جگہ جمع کرکے چھپوا دیا ہے۔ لکھائی چھپائی عمدہ اور دیدہ زیب ہے۔ قیمت ۱۲/

اربعین ضیائیہ اس میں حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مختلف چالیس حدیثوں کا ترجمہ اور اس کی شرح ہے۔ شرح کے ضمن میں بھی کئی حدیثیں آگئی ہیں۔ یہ نورانی کتابچہ حقوق والدین اور حقوق زوجین پر خصوصیت سے بڑی تفصیل سے تبصرہ کرتا ہے۔ قیمت ۶/

آئینہ طہارت یہ کتابچہ بچوں کے پڑھنے کے واسطے فقہ کی کتاب ہے جس میں طہارت سے متعلقہ جملہ مسائل بڑی تفصیل اور وضاحت سے بیان کردیئے گئے ہیں۔ قیمت ۴/ یا ۲۵ نئے پیسے

البرہان الجلی علی نفی ظل النبی اس کتابچہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عین نور ہونے اور آپ کے سایہ نہ ہونے پر مولانا مولوی غلام رسول صاحب گوہر اور مولانا مولوی عبد العزیز صاحب خطیب جامع مسجد مزنگ لاہور نے بڑی تفصیل سے بحث کی ہے اور منکرین کے تمام شکوک و شبہات کا مدلل جواب ہے۔ قیمت ۴/

کتب کے متعلق جملہ مراسلات مندرجہ ذیل پتہ پر ہونی چاہیئے

مولوی ضیاء احمد منیجر مکتبہ انوار الصوفیہ کوٹ عثمان خاں قصور